



ہندستان کی پہلی سولائی تحریک

یعنی

حضرت سید شہید اور ان کے ماننے والوں کی چلائی ہوئی تحریک
تجدید و جہاد کی تاریخ اور ان کے کارناموں پر تبصرہ اور تنقید نیز
غیروں کی غلطیوں اور فروگزاشتوں کی نشاندہی اور تردید
(تالیف)

مستعود عالم ندوی

ناشر

مکتبہ نصاب و ثانویہ جدیدہ آباد کن

عبدالحی



(جملہ حقوق محفوظ)

قہری اشاعت (برائے بھارت) ۱۱۰۰

ملنے کا پتہ

بھارت میں :- مکتبہ نشاد ثانیہ معظم جاہی مارکٹ حیدر آباد دکن
پاکستان میں :- مکتبہ چراغ راہ آرام باغ روڈ - کراچی -

(مطبوعہ)

مرتضیٰ پریس رام پور

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ



TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

فہرست مضامین

مضمون

نمبر

صفحہ

۱	دیباچہ طبع دوم	۸۶
۲	عرض مؤلف	۹
۳	پہلا باب - وہابیت کیا ہے؟	۱۶
۴	دوسرا باب - بدنام وہابی	۲۰
۵	ہندوستان کی اس پہلی اسلامی تحریک	
	اور نجد کی دعوت توحید و اسلام کا فرق	۲۱
۶	وہابی اور اہل حدیث	۲۸
۷	تیسرا باب - سید احمد شہیدؒ	۳۱
۸	جہاد	۳۶
۹	دعوت اور مشن	۴۰
۱۰	دعوت کا اہم عنصر	۴۴
۱۱	شہادت یا غیبیت	۴۸
۱۲	اصلی نصب العین و تاسیس حکومت الہیہ	۵۰
۱۳	مشہور خلفاء	۵۲

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	چوتھا باب - سید صاحب کے بعد	۱۴
۵۵	مولانا ولایت علی صادق پوریؒ	۱۵
۶۰	تنظیم و تبلیغ	۱۷
۶۲	حج و جہاد	۱۷
۶۷	مولانا عنایت علی غازیؒ	۱۸
۶۸	تبلیغ	۱۹
۷۰	فصل خصوصیات	۲۰
۷۱	جہاد	۲۱
۷۵	غداروں پر اعتماد	۲۲
۷۷	چھٹا چھاپڑ ۱۸۵۲ء تا ۱۸۵۷ء	۲۳
۷۹	آخری ایٹلا ۱۸۵۷ء تا ۱۸۵۹ء	۲۴
۸۲	مختلف امراء	۲۵
۹۲	مولانا عبد اللہ صادق پوریؒ	۲۶
۱۱۲	پانچواں باب - ہندوستان کے اندر	۲۷
۱۱۹	نظام عمل	۲۸
۱۳۱	فرہنگ مصطلحات	۲۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۳۵	چھٹا باب - سازش کا الزام اور مقدمے	۳۰
۱۳۷	پہلا مقدمہ سازش : اثبات ۱۸۶۴ء	۳۱
۱۴۹	دوسرا مقدمہ سازش : پٹنہ ۱۸۶۵ء	۳۲
۱۶۲	تیسرا مقدمہ سازش : مالده ۱۸۷۰ء	۳۳
	ضلع مالده	۳۴
۱۶۴	چوتھا مقدمہ سازش و راج محل ۱۸۷۱ء	۳۵
۱۶۷	پانچواں مقدمہ سازش : پٹنہ ۱۸۷۱ء	۳۶
۱۸۰	بعض دوسرے گرفتارانِ بلا	۳۷
۱۸۳	سلاواں باب - اسیرانِ بلا کے مسائب اور ان کی استقامت	۳۸
	آٹھواں باب - ظاہری ناکامی کے اسباب	۳۹
۲۰۰	کامیابی یا ناکامی	۴۰

۲۱۱	کتابیات	۴۱
	فارسی	۴۲
۲۱۲	اُردو	۴۳
	انگریزی	۴۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک کی یہ تیسری اشاعت ہے۔ دوسرے ادیشن میں گو کافی تصحیح و تنقیح کی گئی تھی، پھر بھی تحقیق کے بعض گوشے اوجھل رہ گئے اور ایک مزید منقح ادیشن کی ضرورت غرض سے محسوس ہو رہی ہے۔ مگر حالات اور مشغولیتیں اس طرف توجہ کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ مجبوری میں اس تیسری اشاعت کے موقع پر صرف جزوی ترمیم و اضافہ پر اکتفا کرنا پڑ رہا ہے۔ اگر زندگی باقی رہی اور حالات نے سازگاری کی، تو اگلے ادیشن میں یہ کمی پوری کر دی جائے گی۔ انشاء اللہ۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

دارالعروبہ - راولپنڈی
۳۰ رجب ۱۴۰۵ھ

عاجز
مسعود عالم ندوی

دوسرا چھپوایا

آج سے تقریباً ایک برس پہلے یہ کتاب شائع ہوئی تھی اور اس حال میں کہ کتابت و طباعت کی غلطیوں کی زیادتی کے باعث غریب مولف کو ایک مختصر نامہ بھی لکھنا پڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ تمام غلطیوں و باطنی کوتاہیوں کے باوجود کتاب قبولیت کی نگاہوں سے دیکھی گئی۔ اور خواص و عوام ہر طبقے میں اس کا خیر مقدم ہوا۔

راقم نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ یہ موضوع ابھی بڑی محنت اور تلاش و جستجو کا طالب ہے۔ بد نصیبی سے ان سطروں کا لکھنے والا صحت اور سکون خاطر، دونوں نعمتیں

محروم ہے۔ جو کام اس نے اپنے ذمہ لے رکھے ہیں، انہیں سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر بھی عاجز نے کوشش کی ہے کہ اس دوسرے اڈیشن میں پہلی کتابیاں نہ رہیں تفصیل کی جگہ ضروری تفصیل کر دی جائے۔ جو مقام آشنہ رہ گئے تھے انہیں مکمل کر دیا جائے۔ اور غیر ضروری نہیں اور حوالے جو تحقیقی کاموں کی خصوصیت ہیں، حذف کر دیئے جائیں۔ اِلائے اور کتابت میں بھی قواعد کا لحاظ رکھا جائے۔ اور اوقاف کی صحت کا بھی التزم کیا جائے۔ — نہیں کہہ سکتا کہ عاجز ان کوششوں میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے؟ بہر حال اگر کوئی خوش گوار تبدیلی اور مفید اضافہ محسوس ہو، تو یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر محمول کیا جائے ورنہ مؤلف کی کوتاہی سمجھ کر عفو و درگزر سے کام لیا جائے۔

موضوع کی اہمیت اور ذرائع علم کی کمی کے باعث حقیر مؤلف نے اہل نظر سے درخواست کی تھی کہ وہ مفید مشوروں سے سرفراز فرمائیں۔ مگر افسوس کہ اس باب میں بالکل مایوسی ہوئی۔ رسالوں اور اخباروں کے تبصرے عام طور پر اچھے اور حوصلہ افزا تھے۔ لیکن علمی مشورہ کی تلاش ان میں بے سود تھی۔ بعض احباب نے لہجے کی تلخی کی شکایت کی ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ مصنف میں ندویت کے ساتھ ساتھ نجدیت بھی ہے۔“ راقم نے پوری کتاب ٹھنڈے دل کے ساتھ دوبارہ پڑھی۔ اور جہاں کہیں واقعی کوئی تلخ فقرہ نظر آیا، اسے حذف کر دینے میں تامل نہیں ہوا۔ لیکن ان احباب کی شکایت شاید اب بھی باقی رہ جائے، اس لئے کہ مائل کہ

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

حق کہنا یا اس کے مقابلے میں مدارات و مدار ہمت سے کام لینا راقم کے پس سے باہر ہے۔

ذاتی طور پر بھی راقم نے متعدد ارباب علم سے مشورہ کی درخواست کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ ان میں اگر کوئی مشتعل مثال ہے، تو وہ جناب غلام رسول صاحب قمر، مدیر انقلاب کی موصوف نے بلا کسی درخواست کے، کتاب دیکھتے ہی بعض کوتاہیوں کی طرف توجہ دلائی اور پھر میری درخواست پر مفصل نوٹ لکھ کر مرحمت فرمایا۔ پھر بھی نہیں، بلکہ دارالعروبہ تشریف لا کر مزید بحث و تحقیق کا موقع عنایت کیا۔ ان کے مشوروں کا ایک معتد بہ حصہ تو مؤلف نے بلا پس پیش قبول کر لیا۔ اور کچھ اپنی حقیر معلومات کی روشنی میں نہ قبول کر سکا۔ اور بعض ایسے مشورے بھی تھے جن کے متعلق کوئی قطعی رائے نہ قائم ہو سکی۔ ان کا ہم نے حاشیوں میں ذکر کر دیا ہے۔ ایک صاحب علم کا کتاب میں جہاں جہاں ذکر ہے، اس سے مراد قمر صاحب ہی ہیں۔ ان کی عنایات رسمی شکریے کے حدود سے بالاتر ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ حضرت سید صاحبؒ اور ان کی ہمہ گیر دعوت سے متعلق ان کی جامع تصنیف جلد از جلد مکمل ہو کر منتظر عام پر آجائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

عاجز

مستفود عالم ندوی

دارالعروبہ - راولپنڈی

۳۰ رجب ۱۳۸۵ھ

ملفوظات

آج سے نو سو برس پیشہ (۹۳۵ھ) جب راقم نے عربی زبان میں
 مدنی بند کی ایک نمونہ شہادت کی، تو ہندوستان کی مشہور اور بدنام و پانی تحریک
 ابتدائی واقفیت پیدا ہوئی جو دو پارکے میں دستیاب ہو سکیں، دیکھیں اور
 ”حرکت الودھابیت“ احمدیۃ السیاسیۃ کے عنوان سے
 زیرِ ریتا میں ایک باب کا نمونہ ہو گیا جس کا ایک ٹکڑا مرحوم ”فیاض“ کے
 آخری نمبر ”شعبان ۱۳۱۷ھ“ دہرہ شمس میں شائع بھی ہوا تھا۔ پھر وہی مقدمہ اردو
 کتب میں دو ہیئت، ایک ہمدینی سیاسی تحریک کی سرخی کے ساتھ تھارل
 (پٹنہ) کی متعدد شاعتوں میں شائع ہوا (اپریل - مئی - جون ۱۳۱۷ھ) درخود اہل
 تحریک کے مکرر غلطیوں کا اور اس کے عداوت اور سیادتوں میں بھی تحسین و قبولیت کی
 نگاہوں سے دیکھا گیا۔ اس سے سمجھ شوق کی ایک اور تانہ یا نہ لگا اور مزید
 چٹان میں جاری رہی۔

حسن اتفاق کہ ان ہی دنوں میں محبوب خاں مولانا ابوالحسن علی ندوی
 حضرت سیاحہ دیند کی سیرت مرتب کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اس لئے بحث و مذاکرہ کے

بعد دو دوستوں کے درمیان یہ سٹہ پایا کہ علی میاں سید صاحب کی سیرت مرتب کریں اور یہ گنہگار مشہور بال کوٹ (سلیپ ٹیپ) سے اپنا قلمی سفر شروع کرے۔ ان دونوں میں جو عالم و عمل کا جامع، مستعد و سرراپا سوز و درد تھا، اس نے اپنا کام جلد ختم کر لیا جس کا معمولی ثبوت یہ ہے کہ ان سٹہ والے کے لکھنے سے بہت پہلے سیرت سید احمد شہید کے دو اڈیشن نکل کر بیواں عالم کی شرح تھیں کرچکی ہیں۔ اور کی عجیب سے کتبہ والا اڈیشن بھی بہت جلد منٹے شہر و پر جلوہ کر رہا تھا۔

اس بے عمل کے دائرہ عمل نسبتاً الجھا ہوا اور پر خطر بھی تھا۔ حکومت وقت کے خوف سے معاصر اور آزاد باخبر حلقوں نے کوئی یہ دواشت مٹوانا نہیں رکھی۔ اور تو اسے صادق پور میں بھی کوئی معتدل تحریری مسامحہ نہیں سننے اور دیکھنے والے آنکھیں بند کر چکے۔ اور ایک آدمی جو وقت کا رابطہ ہی آئے، تو پہلی سختیوں کا رعب دہن پر اب تک بیٹھ سوا غلام اور دہشت میں نہ تے۔ اس مسلسل قیام (سٹہ سٹہ) اور بکثرت مشہور اور قلمی کتاب ڈالنے انداز بخش، انیشیل پیک لائبریری پٹنہ کی تمام سیٹوں کے باوجود موجود کے فریم اور تلاش کرنے میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور سات اٹھ سال مسلسل جدوجہد کے باوجود بعضے گم شدہ کڑیوں کا سراغ اب تک نہیں ملتا۔ مجبوری میں جو کچھ ہوسکا، ان قصہ بند مست ہے۔ مزید چھان بین کا سلسلہ جاری ہے اور رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اڈیشن میں یہ کوتاہیاں دور فرمائیں گی۔

(۲)

حضرت سید شہیدؒ کی تحریک تجرید و جہاد یا ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک
عام طور پر وہابی تحریک کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ اور انہوں اور غیروں، تمام
مکتوبوں میں یہ کوشش کی جاتی رہی ہے کہ نجد کی دعوت توحید و اصلاح سے
ان کے ذہن میں دیا جائے۔ ہر چند کہ دونوں تحریکوں کا سرچشمہ (کتاب و سنت)
ایک ہے اور رچی ماتی بھی ملتے جلتے ہیں، پھر بھی یہ واقعہ ہے کہ دونوں کی نشوونما
ایک ایک ہوئی، اور ایک پر دوسرے کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ اس تحریک کے
میں آٹھ سو سال میں نجد کی دعوت توحید کے متعلق ایسی غلط بیانیوں کا
زیرِ بحث نہیں اور اس میں نیز ان نظریات سے گزر رہی ہیں کہ یہ اسے منبسط نہ رہا،
اور نجد کی دعوت تجرید و اصلاح نے کچھ حصہ کے لئے توجہ اپنی طرف
دیا ہے۔ اور اس کا کرنا بسا ہوا کہ زیرِ نظر کتاب سے پہلے دعوتِ نجد کی
بابت مولانا عبد الوہابؒ ایک مضمون اور بدنام مضمون کے نام سے مکمل
ہو گئی۔

اگر اس مسئلے کا اصل مضمون ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک اور
اس میں بی خاص شہد یا گواہ کے بعد کے واقعات و عمارت کا جائزہ لینا
ہے۔ تب ہم رابطہ کم اور وہابی تحریک نام کی شہرت کے باعث حضرت
سید احمد شہیدؒ کی سیرت اور وہابیت پر دو باب شروع ہیں بڑھادیئے گئے
ہیں۔ ہر چند کہ غلط وہابیت کا حلق دنیا کی کسی تحریک پر صحیح نہیں۔ نجد کی

دعوت کے علم بردار شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کی طرف اگر نسبت کرنا ہو تو محمدی کہنا چاہیے۔ علاوہ بریں ان کے ماننے والے عام طور پر اپنے کو خنبلی کہتے ہیں۔ علمائے خنابلہ کی کتابوں پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ محمد بن عبدالوہابؒ نے ان سے زیادہ ایک حرف نہیں کہا۔ البتہ عزم و عمل کی مردہ قوتوں کو بیدار ضرور کیا۔ سبے جان پکیڑوں میں زندگی کی حرارت ڈال دی اور ایک پورے خطے کو اسلامی رنگ میں شرابور کر دیا۔ اور آپ جانتے ہیں، یہ ایسا گناہ ہے، جسے شاطرانِ فرنگ اور ان کے پیوا خواہ معاف نہیں کر سکتے۔ تبار کے بعد وہابیت کا ایبل سید شہیدؒ کے ماننے والے ہندوستانی مجاہدوں پر بھی لگایا گیا، جو بار بار کی تردید کے باوجود سچ بھی قائم ہے۔ اور یہ گالی "اتنی مشہور ہو چکی ہے کہ بعض اچھے خاندانوں میں ملان بھی نجاہرین کو وہابی ہی کے نام سے جانتے ہیں، اور اس سوختہ سامان نے تو اب تنگ آکر اس لقب (وہابی) سے گھبرانا بھی شروع کر دیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں وہابیت پر چٹا صفحہ اسی مناسبت سے لکے گئے ہیں، جو شاید اصحابِ نظر کی نگاہ میں ناقابلِ قبول نہ ہوں۔

(۱۳)

پچھلے چند برسوں میں جن صاحبوں نے سید شہیدؒ اور ان کے ماننے والوں پر کچھ لکھا ہے، ان میں مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم و مغفور (دفعہ ۳۳۱) اور مولانا ابوالحسن علی ندوی قابل ذکر ہیں۔ مولوی

فہرست احمد صاحب مصنف (مسلمانوں کا روشن مستقبل) نے بھی بہت کچھ لکھا ہے۔
ملتان کے زیادہ تر اعتماد، مجاہدین ہند کے خاص کرم فرما ڈاکٹر ولیم ولسن ہنٹر پر رہا ہے۔
مولانا سندھی کی کتاب شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک وسیع مطالعہ
اور عمیق فکر کا نتیجہ ہے۔ مگر (اللہ ان کو بروٹ کر وٹ جنت نصیب کرے اور
ان کی نغرشوں سے درگزر فرمائیے) انھوں نے حزب ولی اللہ کی تشکیل اور
من مانی توجیہ کی خاطر سید صاحب کے ماننے والوں اور خاص کر اہل صادق
پور پر بڑا ظلم کیا ہے۔ اور ان کی کمزوریوں کی تنقید و مذمت میں ان کا قلم
اعتدال پر قائم نہیں رہ سکا ہے۔ راقم نے ان کی زندگی ہی میں اس کتاب پر
تنقید کی تھی اور اہل صادق پور کے صحیح عادات پیش کئے تھے (ملاحظہ ہو: مولانا
سندھی و راقم کے افکار و خیالات پر ایک نظر)

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتاب (سیرت سید احمد شہید) سید صاحب
کی سوانح، ان کی تعلیمات، اور شن پر بے مثل کتاب ہے اور اب تک اس
موضوع پر جو کچھ لکھا گیا ہے، سب پر بھاری ہے، مگر افسوس کہ سیرت عزیز ترین
دوست اور مخلص بھائی کا طریق نظر و فکر خاص غتیرت مندانه ہے۔ اور انھوں
نے بزرگوں کی کوتاہیوں اور فروگزاشتوں سے نگاہ بچا کر نکل جانے کی کوشش کی ہے۔
راقم کی روش ان دونوں اصحابِ علم و فضل کے مقابلے میں بین بین کی سی

ہے۔ افسوس کہ ان شعروں کے چھپنے کے بعد مولوی سید طفیل احمد صاحب نے بھی دارالافتاء کی
راہ اختیار کر لی۔ دشتِ شہداء اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

مندرجہ ذیل کی پہلی اسلٹوں پر تحریر

رہی ہے۔ یہ گنہگار سید صاحب کی تحریک جدید و تہذیب کی پہلی اسلٹوں پر
تحریر کیا سمجھتا ہے۔ اور وہ ان اسلٹوں کی طرف ان کی دسترس کو کسی اندرونی یا
بیرونی تحریک کا ضمیمہ نہیں خیال کرتا اور نہ ان کی کسی میر جو بحث کا شائبہ یا
کما نڈر پنچیف تصور کرتا ہے۔ دوسری طرف جب کہ زیر نظر معنی کے خاتمے
سے واضح ہو گا سید صاحب یا ان کے اصحاب خاص کو معلوم بھی نہیں رہتا۔
تیز مستقبل میں مائنی کی فائیلوں سے بچنے کے لئے پچھلی فروگزاشتوں کی نشان دہی
ضروری خیال کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق فکر بہت کم لوگوں کو خوش آئے گا۔
اور بہت ممکن ہے کہ اس کی منت میں کوئی نئی بنیادوں پر ان خیرات کو
محسوس کرتے ہوئے بھی اس گنہگار نے جا بجا جائز و بے لگ تنقید کرنے کی
جرات کی ہے۔ اگر کوئی پائدار لٹریچر اور صالح فنکار کرنا ہے تو یہ سید صاحب
کی فطرت کے اظہار میں تامل نہ ہونا چاہیے۔ نیتوں کو حال شد حالت بہتر جانتا ہے
آخر میں ایک حرف مآخذ سے متعلق بھی عرض کر دوں۔ رقم کی یہ سرگرمی
رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ معاصر شہادتوں اور اسلٹوں کا تذکرہ کیا جائے۔
کتاب شروع کرنے سے پہلے آخری باب کتابیات (Bibliography) کی
نظر ڈال لی جائے۔ تو بین السطور تنقیدوں کے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔
اس کتاب کی کتابچہ کی تیاری میں جتنی قیمتی کتابیں، پورے لوگوں، بیکری
دستاویزوں اور قیمتی ذخیروں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا ہے۔ ان کتاب
میں بے برگ و بار غائب فلم کی رسائی شکل تھی، اگر بزرگوں، دوستوں

اور غریزوں کی عنایت اور معاونت نہ ہوتی۔ بڑی مشکل رہے کہ جن "بزرگ" نے قیمتی کھاناات فراموشی میں سب سے زیادہ مدد دی ہے۔ انہوں نے اس کے باوجود تمام حق پر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ بہ حال یہ تنقید ان تمام اہل مذہب شکر یہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے، اور توقع رکھتا ہے کہ یہ عنایتیں جاری رہیں گی۔ نیز اہل علم و رب سب ان حضرات سے درخواست ہے کہ وہ حقیر کی کوتاہیوں اور غلطیوں پر تنبیہ کرنے میں ملوث نہ فرمائیں۔

یہ کتاب رتھ اپنی دل لب نما نہ حیثیت اور کلم غنم سے خوب واقف ہے۔ پر عقید مشورہ شکر یہ کہ اس کو قبول کیا جائے گا۔ اور تو اور معذرا نہ تنقیدوں سے کہی کہ اس کی بات مل سکی، تو انہاں مثال کے ساتھ احتیاط کی جائے گی۔

پہلا باب

وہابیت کیا ہے؟
 عبد الوہاب بن سیمان نجدی کی طرف کی جاتی

ہے۔ شیخ کی ولادت ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔ ان کی نشوونما اور تربیت صحرائے
 عرب ہی میں ہوئی۔ تحصیل علم کے لئے مدینہ منورہ اور بصرہ تک کے سفر کئے۔
 ان کی ولادت کے وقت یعنی بارہویں صدی ہجری کے آغاز میں مسلمانوں کی
 حالت ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ دین کے ہر شعبہ میں خیر و غرب کے کلمہ گواہان
 پذیر تھے۔ اور ایک نجد و عرب ہی پر کی موقوف ہے، ساری اسلامی دنیا
 شرک و بدعات کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی۔ کوئی سیاسی شعور باقی نہیں
 رہا تھا، جہاں کچھ طقت تھی وہاں ملکیت کا دور دورہ تھا۔ یہ عازت
 دیکھ کر محمد بن عبد الوہاب کے دل میں آڑپ پیدا ہوئی۔ بالکل نوجوانی ہی
 میں صلاح و تجدید کی دعوت دینا شروع کی۔ اپنے گرد و نواح کے مسلمانوں
 کتاب و سنت کا بھورا ہوا سبق یاد دلایا۔ اور اس سلسلے میں بہ طرح کی اذیتیں
 برداشت کیں۔ تکلیفیں سمیں۔ پہلے بوڑھے باپ ہی کی ٹنگی برداشت کرن
 پڑی۔ پھر اپنے آبائی وطن غنینہ سے نکلنے پر مجبور کئے گئے۔ آخر حیدرآباد کے

بندر کے بعد ذریعہ (نجد) کے امیر محمد بن سعود (وفات ۱۲۱۸ھ) کے ہاں
 بناہ ٹلی۔ امیر اور اس کے عزیز دعوتِ وحید کے سرگرم حامی بن گئے اور ان کی
 مدد و معاونت کے بل پر شیخ اسلام نے تبلیغ اور زوروں پر شروع کر دی
 تاکہ مکیابی ان کے قدم لگنے کی شمعِ آجید کے پردے کے اطراف و کثافت سے
 اگر شیخ اسلام کے مدد و زور میں جان نہ بھولے اور کچھ لوٹ کر پئے اپنے
 خدو میں شہ کو پیغام پہنچاتے۔

محمد بن سعود کی وفات ۱۲۱۸ھ میں ہوئی۔ اور اس کا بیٹا محمد ابو
 بن محمد بن سعود تاج و تخت کا مالک ہوا۔ عزم و محنت میں اپنے باپ
 سے کسی طرح کو نہیں، بلکہ بڑھا چڑھا ہوا تھا۔ اور اس کے زمانہ حکومت
 میں دعوت کی توسیع و تبلیغ میں بڑی ترقی ہوئی۔ خود شیخ اسلام بنفس نفیس
 فی تہذیب فی کواکب کی دیکھ بھال کرتے۔ امیر عبید العزیز دہشتناکیت و شاکرد
 کی طرح ان کے سامنے اور ہاتھوں کی قہمیل کرتا۔ شیخ نے شیخہ میں باؤ
 سائ کی عمر بزرگات پائی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے درجہ تبلیغ و دعوت کا
 فریضہ سرزمی کے ساتھ دو کتبہ دوسری طرف امیر علی التہذیب و تہذیب و تہذیب
 حکومت وسیع کر رہا تھا۔ ان کا پورا عہدہ کر رہا تھا۔ حجاز پر
 بھی چڑھائی کی۔ اور مکہ معظمہ پر اس کی رخصتی قربت کی تھی۔ کینٹرکوں
 دوبارہ قبضہ کر لیا۔ امیر عبید العزیز ذریعہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھاتے
 ہوئے ایک ایرانی شیعہ کے ہاتھوں میں رہا۔ شیخہ اور سی سائ

پتہ ہوتا ہے یہ ڈال دی۔

نہرونی مشین نے سے آتے نہ کچھ دیا۔ جہاں وہ بڑی سی سی۔
 قتل کر دیا۔ اور قتل کے بیٹے ابراہیم پاشا زات و غیب نے نجدی پایہ
 عزت کی منت سے منت بادی۔ ہزاروں بپوں تکا و نہیں چھوڑا
 کیا۔ عین تک مصری فوج لوٹ مار کرتی رہی۔ مغربی فوجیں نے
 پانے کے بعد جو کچھ کرتی ہوں گی، مصری فوج نے اس سے کچھ زیادہ
 ہی کیا۔ یہ تھی تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں مصری اور ترکی مسلمانوں
 کی دست اور ان کا نظریہ حکومت۔ اہل نجد کی تائیخی سرگذشت
 عورت اور دلچسپ بنی ہے۔ فوج کران کی نشاٹ ثانیہ کی تائیخہ حد درجہ
 حیات نگاہ ہے۔ لیکن یہاں ہمارا مقصد نجد کی تائیخہ بیان کرنا نہیں
 بلکہ موقع پر ائمہ نے وقت کی تبدیلی تائیخہ کا اجمالی خاکہ پیش کر دیا
 ہے۔ تا کہ ائمہ اس ضمن کے تفصیل میں آسانی ہو۔ اور مشرق کے
 باہر ممالک میں بدین کے ساتھ پرانے وقت، نجد کے ممالک اور
 ممالک و بادشاہ کی تائیخہ بھی پیش کر رہے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ
 فرمائیے۔ سب ائمہ بن عابد و پاسٹ۔ ایک خصوصاً اور یہ ممالک
 میں زیادہ ملاحظہ فرمائیے۔

دوسرا باب

بند ناؤں کی تجدیدیں کا یہ اٹھان ترکوں اور انگریزوں کی نگاہوں میں
 شرمینہ کی ترقی پر حریف آتا تھا اور انگریزوں کو اس لئے کہ وہ
 بڑی طاقت کے خلیج فارس میں ان کے جھگڑے چھڑا دیے تھے۔ یہ ایک
 عجیب تاریخی حقیقت ہے کہ درعیہ کی فتح (۱۷۳۳ء) پہلے ہی
 محمد علی نصیری کو مبارکباد دینے کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنا خاص
 قلم بھجوا دیا۔ دوسری طرف محمد علی کی فوج میں متعدد فوجیوں اور
 اٹالوں نے ورڈ اکڑ گئے۔ وسط عرب میں ترقی و تجدید کی ماراں
 سب کے گاہوں کی بن بن گئی۔ اور وہ ان کے خلاف اپنے مقبوضات
 میں روز بروز گرنے لگے۔ ترکوں نے مولویوں اور پیروں کی مدد حاصل کی
 تو عجب ویرانہ کی طرف نسبت کریں، تو قعدہ سے محمد علی نکلیں گے۔
 جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، مگر محمد علی کا لقب تو بدنام کرنے کے لئے
 ہونی چاہیے۔ اس لئے شیخ سعدی کے والد عجب انواریہ کی طرف نسبت

محمد علی کے والد عجب انواریہ کی طرف نسبت

کر کے وہ بیت کا لقب ایک مذہبی گاہ کے طور پر بنایا گیا۔
 ترکوں اور انگریزوں کا یہ پروپنڈہ انہیں سب سے اسی حیثیت رکھتا تھا،
 گارمنوں نے اسے مذہبی رنگ دینا شروع کیا۔ تاکہ شاخ و خصل عقیدہ
 مسلمانوں کو سنی کے ساتھ مشتعل کیا جاسکے۔ مولویوں اور پیروں کی خدمات
 سے فائدہ اٹھایا گیا۔ مکہ معظمہ کے شیخ احمد زینی دحلان (ف ۱۲۸۵ھ)
 اور بدایوں کے مولوی فضل رسول (ف ۱۲۸۵ھ) اور ان کے پیروں کی
 کوششوں سے فترا پر درزیوں اور بہتان مرزوں کا ایک نبار لگ گیا،
 جس سے ہمیشہ آج تک بابل و عوام متشرعین۔ مگر اہل علم میں سب سے کوئی
 ذمہ کی چھٹی بات نہیں رہی ہے۔ سحران فیلک کی عشوہ مرزوں کا تہ تیغ
 ہو گیا ہے کہ اب یہ تاریخی حقیقتیں خود بخود نمایاں ہونے لگی ہیں اور پوچھنے والوں کا
 تاریک نقاب تار تار ہوتا رہا ہے۔

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک
 یہ سبھی پروپنڈے کا اثر تھا کہ ہندستان
 میں حضرت سید احمد شہید دہلوی
 کی دعوت اور چاروں مسلمانوں کا فریاد

سید شہید دہلوی (۱۲۴۰-۱۲۸۵ھ) کے ماننے والے اور نقش قدم پر چلنے والے
 کوئی ویسا ہی نہ تھا۔ نہ کہ انہیں نجد کے موحیدین سے کوئی
 تعلق نہیں تھا۔ یہ اور بات ہے کہ ان میں سے چھٹہ (کتب و سنت) کی وحدت
 کے باعث دونوں تحریکوں کے درمیان بہت کچھ مشترکات تھے۔

بندت کی ایک سیرت

تو جلد پر دو نولوں کے گیندیں ہیں قصہ عورت پر نہ رو دیا گیا ہے۔ - سچا کہ عورت کی کتاب کا نام
اور زور نا شہید کی تقوینہ لکھنا بہت چہ ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ -

مجدد بھی نمودار سے دہ نواں تھریکیوں کا مس حکم کیا ہے۔ اور عجب ہے کہ یہ درویشی و مہم جوئی

بہی: آخرت میں کی جیسا کہ صاف نظر آتی ہے۔ طالعین کی رہنمائی قیام و قیوم ہے۔

نہ ہر جوتہ تہیہ۔ لیکن پروگنڈے اور سی سی ویسے کے ریڈیو کا پیر ہوتا ہے۔

بندی میں بہی تحریر کیا ہے وہ یہ کہ یہی وہاں ہیست کہ نام کے ساتھ ہے

کیا گیا۔ اور انگریز مسلمانوں اور ان کے دیوبندی پیروں نے بھی اس نام پر اتنی

شہریت کی گنج حضرت سید حمزہ شہید کے چہرہ و رشتے و سب کی یاد

محب (روحیت) کے یاد گاہی تہیں ۔ اور راقم کو خود اس تحریر کے سزا

میں وہاں بیت کی حقیقت یہاں کرنا پڑی۔ یہی سب سے بڑا اور خوفناک

دوسرے وقت میں حضرت عائشہ بن سہیل اور فریب کہہ رہے تھے۔

ایک دان پیاں ہو کر رہتا ہے۔ یہی ہے کہ وہ اصلی اور فرقی شہاد دہان

روشنی میں دکان میں کہ حضرت سید احمد شہید کی وخت پر یہ وہی وخت کی نظر

توحید یا صحت سے باطن متاثر نہیں ہوتی۔

سنة ١٢٠٠ هـ

شماره پنجم - در این شماره به بیان حال و روز مردم و به بیان حال و روز...

میت جہاں کے نور و روشنی شہرِ موحیٰ کی سب کشتیوں کو صحت و تندرستی دے دیتا ہے۔

یہ ایک وقت ہے کہ سنت سید سے تمہیں دھمولا ڈالنا ہے اور تمہیں
تجدید و ترمیم کے سنت کی فکر کرنی ہے۔ اور تمہیں ان سنتوں پر بدعت
کی نسبت کیا کرنی ہے۔

سر کے بڑے شیخ۔ سید زین العابدین کو پابست کی دعوت تھی تو یہ درگاہ
 بدست گردید دو تہیت سے متصل تھی شیخ۔ سید کی کتاب تو بامیں چھوڑ
 کوئی نائنس باب یہ فصل نہیں۔ دوسری طرف سید شہید کوئی مکتبہ چھوڑ
 کے ذکر سے غرض نہیں ہوا۔ مذہب یہ دونوں مکمل کے ہیں ورنہ کی بات کیا
 فتنہ تھا۔ مجدد مراد کے ارد گرد سید اب بھی بیہوش نام رکھتے تھے۔ بدعات
 و رشک کی دو کیوں میں رہتے تھے۔ تادمین میں پہلیاں کی خبر کے ساتھ
 انیسویں صدی میں رہتے تھے۔ وہی ایک قوم زراعت و کاشت و پخت میں
 سے رہی تھی۔ مزید برآں ایک ہمسایہ یمنی فتنہ و فتنہ کی مدد تھی۔ وہ چینی سید و سید کے
 شریک نہیں تھے۔ ان کے لئے مکتبہ فتنہ بن ہو گیا۔ اس لئے سید شریک کے لئے
 اور مریدوں کا سا راہنمائی میں بہار و وقت اس کی سرشت میں تھا۔ وہ ان کے
 فتنہ کی قوم پرست تھے۔ اس میں رہتے تھے۔ سید شریک کے لئے۔ وہ ان کے
 ایک مرید تھے۔ ان کے لئے سید شریک کے لئے۔ وہ ان کے لئے۔
 کہہ رہی تھی۔

کینہ سہیلی -

مجلس اول در بیان احوال و حال
و در بیان احوال و حال

ہندستان کی اپنی سلامی تحریک

تَلَاوْ قَبْلُ جُتھُ مَن قَضٰی خُجْبَانُ

وَمِنْهُمْ مَن يَنْتَظِرُ وَمَا

بَدَّلَ لَوْ تَوَلَّوْا يَدًا (دیر ب-)

اس میں پیچھے آتے ہیں، پھر پستوں میں دوتیاں

جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں وہ جتن ہیں

نہت ہیں وہ فوجوں کے ذریعہ تو نہیں کیا

کی یاد تازہ کر رہا ہے۔

سید شہید کا تلوار میں وقت ہوا، جب بنگالوں کی دعوت نیکو اور اس کے

سرفروں میں تہ و دو تھی۔ اور جی تہ پر قبضے سے پیشہ سید شہید ادنیٰ کے

سرداروں میں انہیں کوئی نہیں جانتا تھا۔ خود بخود متحرک ہوئے سید شہید میں انہیں

حریت سے بے وفائی کیا۔ اس طرح ہر زمین پر ان کا قبضہ ہوا اس سے زیادہ نہیں

رہا۔ اور یہ زمانہ بھی ہمہ جنگ و جدال میں بسر ہوا۔ حضرت سید شہید

اور ان کے رفقاء میں جو بہت مدت سے غم و غم ہوئے، جبکہ ان کے رفقاء میں بھائیوں کا نام

لشکر بھی نہ تھا، بد مذکورہ کے دیکھ کر ہوجیوں کو بل کر اسے اپنے قلعے کے شہر پر بھی تنگ کر دیا

تک پہنچ گئی، یہاں سے یہ صاحب کے لئے اور شہر میں بھی، تو وہاں نہ نہیں آکر کیا ہے؟

نیز پوری مشیہ شریک رہا ہے جو پیشہ ہی سکیوں سے چاہا، دیکھو، دم اکچلے تھے۔

خدا نے کو یہ سہا کہ سید شہید کی دینی تحریک، تجرید و حیات دین کی

پاک ستارہ تحریک تھی۔ مشیت الہی یہ ہوتی کہ تجرید مرت کا سران کے

مہر رکھا جائے۔ تو فتنہ باری سے انہیں رفیق و رجاں شریکیت سے یہ

آئے، کہ اسی پر کر دئے، بعد ازاں انہیں قند سیرہ کی ایک جا میں لایا، ان کے صفحہ است

میں انہیں آتا۔ نیکو کی دعوت توجہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ انگریز

W. W. Hunter نے ہندو مت پر

شعبہ اور ان کی جماعت پر تیار ہوا اور ریکارڈ کرتے ہیں۔ اور ان کے
 بیرونیوں کی باطنیات پر مشتمل ہر ایک پر اس نے بہت تفصیل سے قلم فرمائی کی
 ہے۔ یہ اسی کے وہ غے کی بنیاد ہے۔ یہ شہید ریکارڈ کے وہ بابوں سے متاثر
 تھے۔ اور اسی کی نقلیں ہیں اپنی اور غیروں نے بھی اس غلط بیانی کو بڑھا
 دیا۔ اس کی شرح میں ہندو کی غلط بیانیوں پر تفصیل سے گفتگو نہیں کی
 کیونکہ یہاں ہیں ہر ایک کے مقصود ہے کہ مجاہدین کا یہ عقیدہ وہ
 نہیں ہے کہ ہندیوں کو شمشوں کا یہ وجود اس سے ہے جو کچھ لکھ سکا ہے اس سے
 ہندیوں کے عقیدوں سے منہ بہت نہیں ہوتا۔ ہندو مت میں ہندیوں کے عقیدے ہیں
 کہ ہر ایک کے لئے نہیں بلکہ ہر ایک کی توجہ ان کی طرف مبذول ہوئی۔ اس سے
 ان کی دھرم ان بدھوں اور محمد بن عبد الوہاب کے لئے وہاں سے ملتی تھی
 کہ یہاں سے گزرتے ہوئے وہاں میں مقامات مقدسہ کو بہت گزند پہنچا تھا۔
 یہ مروجہ عقائد کے ساتھ مخالفت کا برتاؤ کیا اور حرم ہندوؤں کے
 گویا ہندوؤں کے ہندوؤں اور حرم ہندوؤں کے واقعہ کیسے متاثر ہوئے ان کی
 سے ہندوؤں کے عقائد پر حرم ہندوؤں کے عقائد پر ہندوؤں کے عقائد پر
 ہندوؤں کے عقائد پر ہندوؤں کے عقائد پر ہندوؤں کے عقائد پر ہندوؤں کے
 عقائد پر ہندوؤں کے عقائد پر ہندوؤں کے عقائد پر ہندوؤں کے عقائد پر
 ہندوؤں کے عقائد پر ہندوؤں کے عقائد پر ہندوؤں کے عقائد پر ہندوؤں کے

مہارت کی پوز سٹائیٹھریک

پیداوار ہے، پھر بھی ہم ہیں، سے نظر انداز کرتے ہوئے، بلکہ اور یہاں نہایت سے
پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس سے یہ کہیں ثابت ہوتا ہے کہ یہاں نہایت سے
شیخ محمد بن عبد الوہاب (فت ۱۰۱۳ھ) کی تعمیرات سے نہایت سے
تھیں، اور نہ ہمارے پاس اس بات کا کوئی ثبوت موجود ہے کہ یہاں سے نہایت سے

امداد نے سید شہید کی پوری خاطرہ راست کی اور انہیں سرانجام پہنچا دیا۔

خود بہتر اسی کتاب میں دوسری جگہ مذکور ہے :-

کسی عیبی کے لئے ممکن نہ تھی کہ جان بوجھ کر اس میں سے شیر برداری کرے
مگر ایک پر حمل تھے۔ یہ حال اس وقت تک رہا۔

وہ بھی اپنی طرف معلوم ہے کہ حضرت سید محمد حسین اور ان کے رفقاء

۱۲۳۴۵۶۷۸۹۱۰۱۱۲۱۳۱۴۱۵۱۶۱۷۱۸۱۹۲۰۲۱۲۲۲۳۲۴۲۵۲۶۲۷۲۸۲۹۳۰۳۱۳۲۳۳۳۴۳۵۳۶۳۷۳۸۳۹۴۰۴۱۴۲۴۳۴۴۴۵۴۶۴۷۴۸۴۹۵۰

بدنام و باہمی سیالغواں سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی اور وہ ان کی تیسری سیاحت پر

مہوئے ہاں میں یہ ہے کہ دنیا ہے سب کے غم ان میں ہے اور پستی کے عالم میں

نجدی پوڙو کائناتان اور ان کي شمشير جي پور جي سياست پرور

اس میں فہمست کے ترک اچارہ داروں کو ایک رکن نہیں بنائی اور نہ

”نہی رہاں کو دیا فی سکانم دے کر یہ نامہ کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ دنیا سے

اسلام کی ہر مفہم کو ایک پرو و ما بہت پر لکھا گیا ہے۔

اشتریک شد بافت

مرد و رشتہ رسوا صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی تہریر و غریب و محتاج کو
 ترکیب بدست - نورانی شہید کو بدست سب سے و بختیاریا بختیاریا
 اور در مسئلہ کو و با پیہ بند کہ قرآن متشابہ با و اور در ۱۰
 س کا متفہ و بیت مندرج است شیکو پیڈ ریافت اسد و تہریکی و سنی
 ذریعہ شیکو پیڈ ریافت - یکن است شیکو پیڈ ریافت میں ابن سعود اور
 امید حیرت کے لئے و در نہ ہیں - یہیں یہاں حمد و ثناء کے
 سب سے بہترین است و یہ سب سے بہترین است شیکو پیڈ ریافت اور محمد بن عبد
 کی تحریک کو محبت و ریشہ معلوم ہوتا ہے کہ دو ذوال تفرق س کی نگاہ میں
 ہے کہ ہے -

چونکہ دونوں تہریکوں میں ایک کے بعد وہ (مید صر حسب) و خدا و رشتہ کے
 نے دور و دراز کے سب سے بہترین است یک حد تک عرب و با بیوں سے
 شیکو پیڈ ریافت - سادہ و عبادت و بدعت سے جناب و خرافات پر
 عقیدت سے اب اور بنی گتھو ہیں سب سے زیادہ خوب سے پر تیز - سب سے
 میں تہریر و پیڈ ریافت کے درمیان مماثلت ہے -
 ۱۲۲۲ میں سید حمید شہید ق کے لئے مکہ روانہ ہوئے و حسب
 دس کے بعد ہندوستان واپس ہوئے تو پنجاب کے مسلمانوں کو بدو و خد سے
 نبات کے لئے تیار کیا گیا ہے

کیا گیا۔ اور وہ اپنی مکمل معنی سرکاری زبان میں باغی کے ہوئے جیسا کہ آئندہ
 صفت میں آتا ہے تو ہندوستان کی جو امت اہل حدیث موجودہ شکل
 میں نمایاں ہوئی اور ان کے سرگروہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی
 نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا۔ اور
 صدیکہ وقت کے بعض مشہور حنفی علماء کو سرکار سے بغاوت کے طعنے دئے۔ ان
 پر اسے کو یہ پیش نہیں آیا کہ وہ اپنے کو سرکاری کی زد سے بچانے کی فکر میں کیا
 کر رہے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو کس پستی کی طرف لے جا رہے ہیں؟
 مولوی محمد حسین صاحب اور ان ہی جیسے بعض علماء اہل حدیث کی روش یہ
 یہ تھی کہ وہ خود وہ جو امت اہل حدیث کو عام رجحانات قروعی مشلوں تک
 محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ پوری جماعت اہل حدیث
 ایسی ہی ہے۔ کائنات و کائنات ان ہی میں اہل صادق پور بھی ہیں جو سید
 صاحب کے عشق و محبت میں خود ان کے اہل خاندان سے کبھی بڑھ چڑھ کر
 نہ رہے۔ ان میں بڑی (فہم) نے بادی مسیحی پر ایک سالہ (محققہ) فی مسائل لاجی و فوری
 اور میں حضرت مولانا محمد رفیع نے ان میں سے کے ترجمے بھی شائع کرائے تھے۔ معتبراۃ راجعہ اہل
 کے بارے میں اس کے بعد سے مولانا گرامی سے ضمیمہ لکھی ملی تھی۔ مگر اس کے پہلے
 ان کے بارے میں کتاب توفیق تدلیس و تہذیب مذہب مولانا ہے۔ مولانا نے ان میں سے کئی
 ان میں سے بہت کچھ لکھا ہے کہ ان میں سے مولانا نے ان میں سے مولانا نے ان میں سے
 مولانا نے ان میں سے مولانا نے ان میں سے مولانا نے ان میں سے مولانا نے ان میں سے
 مولانا نے ان میں سے مولانا نے ان میں سے مولانا نے ان میں سے مولانا نے ان میں سے
 مولانا نے ان میں سے مولانا نے ان میں سے مولانا نے ان میں سے مولانا نے ان میں سے

چند کتابوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

ہیں۔ نیز چند کتابوں کے ناموں کے ساتھ بعض اور کتابوں کے ناموں کے ساتھ بھی
 جن کے نام اس کتاب میں مذکور ہیں۔ اور وہ ایسے ہیں جن کے ناموں کے ساتھ
 سنہ کی کے ساتھ قیام نہیں۔ اس کے علاوہ سب سے زیادہ کتابوں کے ناموں کے ساتھ
 اور ان کے ساتھ بعض اور کتابوں کے ناموں کے ساتھ بھی
 حدیث حقیقہ کے ناموں کے ساتھ۔ اہل دین کے لئے جو یہ کتابیں ہیں کہ ایک
 اپنی ہی سے ملنے سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ
 ہے۔ اہل دین کے لئے جو یہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ
 ایک ہی تعداد میں ہے۔ اور مولانا شہید کے مشہور کتابوں کے ناموں کے ساتھ
 اس امر سے رکھ کر ہے۔ یہ تو ایک عورت کے ناموں کے ساتھ ہے۔ ان کی فہرست
 میں آئے ہیں۔ مگر انہیں اس حدیث میں کہا گیا ہے۔ اہل حدیث کے ایک
 ہاں دوسری جہاں ہے۔ جو یہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ
 کئی۔ اور یہ کوئی نئی کتاب نہیں۔ بلکہ وہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ
 ہی ہیں جن کے ناموں کے ساتھ۔ اور یہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ
 بہت۔ اہل حدیث میں درج ہیں اور ان کے دوپہر کے ناموں کے ساتھ
 جو یہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ۔ اور یہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ
 جو یہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ۔ اور یہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ
 جو یہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ۔ اور یہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ
 جو یہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ۔ اور یہ کتابیں ہیں جن کے ناموں کے ساتھ

ہندوستان کی ہیں ہندی تحریک

تکیہ راستے بریلی (۱۸۷۷ء) میں حسنی سادات کا مشہور زمانہ ان کا بادی ہے۔
 سادات کا یہ تکیہ (جو ڈیڑھ سڑک پر ہے) علمائے شریعت کے نام سے بھی مشہور ہے۔ راستے
 بریلی شہر سے میل ڈیڑھ میل دور ایک نہایت ہی پرزور شخصیت پر واقع ہے۔
 سید صاحب اسی حسنی خاندان کے گویا سرسب چراغ تھے۔ آپ نے رشتی تعلیم
 کمپانی، مشیت کوکچہ اور کامرلینا تھانہ معلموں نے لاکھ پائے پر آپ
 کی طبیعت مدرسوں کی فرسودہ تعلیم کی طرف مائل نہیں ہوئی۔ مگر اس
 کے معنی یہ نہیں کہ آپ مقلد تھے۔ بعض عقیدت مندوں نے خواہ مخواہ
 انہیں اقلیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جب آپ کی دستبرد سال
 کی ہوئی۔ وہ شفیق باپ کو سایہ سے اٹھ گیا۔ تندرستی کی تلاش
 میں گھر سے چل کھڑے ہوئے۔ مہینوں میں ایک سہ ماہی ہو گئے۔
 دونوں قیام رہا۔ پھر دلی ٹنر لیت لے گئے۔ اور شاہ
 عقبہ تندرست رہے۔ سب دیکھ ہی حیرت من
 کے سامنے نہایت عمدتہ کیا۔ اور شاہ عقبہ عزیز صاحب
 دہلی (۱۸۷۷ء) کے دست مبارک پر بیعت کی۔ یہ
 ۱۸۷۷ء کا ذکر ہے۔ جب آپ کی عمر ۲۲ سال سے زیادہ نہ تھی۔
 دہلی کے اس پہلے سفر کے بعد آپ وطن لوٹ آئے۔ اور تقریباً دو برس
 وہیں رہے۔ اسی مدت میں آپ نے نکاح کیا۔
 اس کے بعد آپ نے راجپوتانہ کا سفر کیا۔ جہاں وہاں

امیر خاں و قیصر کے درستیوں و بی ٹھہرتے ہوئے نواب امیر خاں کے پاس پہنچے
(تہذیب و تمدن) یہ نصاب کے دل میں جہاد کو شوق و بہوش و شعور سے
موجود تھا ہی نواب کی فوق میں اس شوق کے غمگینی جہاد پہنچانے کا موقع
ہو۔ اور اس خوش سے ایک مدت تک (نواب امیر خاں احمد علی) میں یہ مدد
سہستہ میں بیٹ کی گئی تھی وہاں کی ترغیب دیتے رہے۔ اس
یہ غلط فہمی نہ ہو کہ نواب امیر خاں کی فوق میں آپ کو قیام نہ ہو و غلط
و بیٹ کی بنیت سے تھا۔ بکہ وہ متعدد وراثتوں میں ایک دستے کے
امیر ہو رہے تھے کہ ان کی حیثیت سے شہر کی رہے۔

لیکن حبيب وہاں کی فضا میں نہ رہی، کہ مجبوری میں کہنے
پھر وہی کہہ کر کیا دستاویز میں یہ نصاب کو قیام نہ ہو و غلط
کی سعادت تہذیب و تمدن کے تدریسی جہاد کو موقع ہیں راہوں کے کہ گاہ
نواب کے انگریزوں سے ملنے کی، وہ یہ قیام ہمیشہ کے لئے نہ ہو گئی اور
وہ لوٹ کر آپ کو اس خوش سے نہیں ہر وقت غمگینی رہا کرتی۔
وہی قوم رکھتے ہی کہیں نہ کہ قیام نہ ہو و غلط وہی رہی۔
غصہ و حسد میں شامل ہو گیا۔

نواب خاں شاہ بہادر عزیز الفتح کے وادوں و مزارات حیدر
و امیر خاں و ان کے بیٹے و بیٹیاں و بیٹیاں و بیٹیاں و بیٹیاں
و ان کے بیٹے و بیٹیاں و بیٹیاں و بیٹیاں و بیٹیاں و بیٹیاں

بنت ترک کی سزا ہو کر گئی۔

اور شاہ بہادر نے اس کے ساتھ لکھنؤ لے گیا۔ مولانا شیدائی اور مولانا قاسمی نے اس کے ساتھ
 میں آکر یہاں تک کے اطاعت و انکسار کے دور سے گزرتے ہوئے اس کے لئے
 رہے۔ اس لئے تو بہد کی تعظیم بھی اور ترک و بدعت کی مذہب رد و فوجوں
 سے اس پر حملے تو آپ کی تاثیر و تاثیریت کی یہ عجیب و غریب ہے۔
 اثر پذیر کی اور بناوہیت کے ایسے دل فریب موقعے تھے جس پر ہر جہاں
 کہیں ہیں ان کے لئے بہت باغیہ دست اور شیعیت پر ہر جہاں کہیں سے
 باطل انگ ہو کر عزت کی تہہ کا کپڑا پہنا رہا ہے اور ان کے لئے ہر
 قدر میں زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔ وہ مولانا کے لئے اور ان کے لئے ہر
 میں ترتیبیں اور حقائق و امور کا انہیں یہ کہہ سکتے ہیں کہ
 یہ ان کے لئے ہے۔ اور ان کے لئے ہر جہاں کہیں سے
 زور سے دینا ملے گا۔ اس لئے کہ یہ اس لئے ہے کہ ان کے لئے
 کہ انہیں شریعت و احکام کی دراندیشی و دلورہا ہے۔ انہیں
 بگوئی ہو۔ اس لئے اپنی ذات کو یہ ایک چیز ہے۔ اس لئے کہ ان
 تہوں پر دل دیا۔ اس لئے کہ یہ اس لئے ہے کہ ان
 چہ شریعت ہو، تو ان کے لئے کہ ان کے لئے ہے کہ ان
 سے بہت ہو۔ اس لئے کہ ان کے لئے ہے کہ ان
 کے لئے کہ ان کے لئے ہے کہ ان کے لئے ہے کہ ان
 کے لئے کہ ان کے لئے ہے کہ ان کے لئے ہے کہ ان
 کے لئے کہ ان کے لئے ہے کہ ان کے لئے ہے کہ ان

بندستان کی پہلی اسالیب

ترجیح دی۔ اثنائے سفر میں ہزاروں نے ہدایت پائی۔ گشتاوار صحبت میں
بہا کی تاثیر تھی۔ مہینہ سب کا سفر حج، بے شمار برکتوں کا باعث ہوا۔ اثنائے

تین برس مسلسل سفر میں رہے۔ پہلی شوال ۱۲۳۱ھ میں حیدر آباد

دہراجان ۱۲۳۱ھ کے بعد رات بریلی سے رخت سفر باندھ کر روانہ

ہوئے۔ چار سو مرد، عورتیں اور بچے اس قافلے میں تھے۔ بہ منزل برقیام اور

تبلیغ کر کے ہوا۔ مہینہ ۱۲۳۱ھ میں حیدر آباد پہنچے۔ یہ قافلہ غیاثی اہل حق ۱۲۳۱ھ میں

بیت اللہ سے شہریت ہوا۔ گنبد مدینہ منورہ کی زیارت کی۔ وردوین

مہینوں کے بعد مکہ مکرمہ واپس ہوا۔ اور وہاں سات گنبد ہنسی میں کر کے

وینے ۱۲۳۱ھ میں بال محزون و دید و پیر محمد علی و علی۔ کا یہ رود وین

ذیوف کی طرف پس کئے۔ ہوا۔ ۲۳ شعبان ۱۲۳۱ھ ۱۲۳۱ھ میں

یعنی تیرہ تین برس کی غمناک ساری کے بعد یہ قافلہ پہلی اپنی منزل یر وین

آگیا۔ جو بہین کے سردار و زین مہتر فرما تے ہیں کہ سیدنا حسب کرم حضرت

نکاح کیا۔ اور ان کے ساتھ بربرتا کیا گیا۔ ہم اس کے برعکس دیکھتے ہیں کہ

حج کے بعد ہی راست آگے تھے۔ ہمیں قاسم فرمایا ہیں، اور یہ ۱۲۳۱ھ کے

متر زعماء آپ کے فیض سے بہت سے مشرف ہو رہے ہیں۔ قاسم ہونے کی

بہی کوئی مدد نہیں ہے۔

پہا و حج کے ہی پر ہندو بتدویر کو سلف شہ و ح ہو گیا۔ مگر یہاں کے

اندر زعماء ویرست ہوں۔ مہینہ ۱۲۳۱ھ اور ۱۲۳۱ھ میں وردوین

مقامات مختلف شرافت میں تبلیغ و ارشاد کے لئے بھیجے گئے۔ ساتھ ساتھ ہندوؤں کی عملی تیاریاں ہونے لگیں۔ اس وقت پنجاب میں سکھوں کی شاہی کا نہ وقت تھا۔ مسلمانوں کی مسجدیں اور عبادت گاہیں ان کے تصرف میں تھیں۔ خوجوں کی آبروریزی موقوف نہیں رہی تھی۔ غرض نظام کا ایک بے پناہ میدان تھا، جو پانچ دریاؤں کی مسلم آبادی کو بہائے لے جا رہا تھا۔ آنکھیں سب کچھ دیکھتی تھیں، مگر قوائے عمل منہل ہو چکے تھے۔ تیسویں صدی عیسوی (انیسویں صدی عیسوی) میں آغا مسلمان ہند کے لئے مصیبت و آیتا کی گزری تھی۔ یوں بھی یہاں کبھی اسلامی حکومت نہیں قائم ہوئی، مگر سب تو نام کی مسلمان حکومت کا بھی جواز نہ مل رہا تھا۔ یہ نکل چکا تھا۔ جس ملک میں بادشاہ اور کشورکشا کی سیتیت سے صاف ہوا کچھ سے اڑاتے رہے اب اس کا چتہ پیہ ان کے خون کو پیا سا تھا۔ اور طرہ تو یہ کہ جس راہ و ہندستان دانش ہوئے تھے اور جہاں باہر سے آئیوں قومیں زیادہ آتی ادیں آباد تھیں، خود وہاں کی زمین ان پر تنگ ہونے لگی۔ ورنہ قریب و جوار میں مسلمان نام رکھنے والی چودنی بڑی ریاستیں اب بھی موجود تھیں۔ ہند میں خاندان کے مختلف گھرانے اپنی اپنی شرافت اور رشتہ رتی شہریت پر بہ دستور ناز تھے لیکن کشورکشا کے حال و عرض میں مسلمانوں کو تو اس قدر ہوشیاری تھی کہ وہ جینہ بہ پیرے مولوی و مہانتے تھے۔ ہندوؤں پر قانون تھا اور قانون انیسویں صدی کے ہندوؤں کے

ہندستان کی سیر

مہربان و مہربان ہندو جو بچپن کی نشانی - یہ اللہ کے لیے برگ - ذرا بندے
 نہایت اسی کی رحمت و شفقت کے بھرپور سے پر پیدا احمد برہم کی کی قیادت میں
 عبادت گاہوں کیلئے - ہوتے - یہ اللہ کے راضیاں میں - قرآن و
 حدیث کے - دینے - ہوں - اللہ کے شہ زنی - رقبہ - فتنی کے سب سے
 و ہر دکان - کھربانی - ہر دکان کے ہر دکان - ہر دکان کے ہر دکان
 ہر دکان - اللہ کے رحمت میں شفقت کی - قریب تھا کہ رجب
 ہر دکان - اللہ کے رحمت میں شفقت کی - قریب تھا کہ رجب
 دنیا کے سامنے ہوتا - ہر دکان کے ہر دکان کے ہر دکان
 نور و رہبان کی عبودیت کے جس نے - تمام کئے - اس پر پوری پوری - ہر
 مجاہدین کی تاثیر ہر دکان کے ہر دکان کے ہر دکان کے ہر دکان
 مسترد - اللہ کے رحمت میں شفقت کی - قریب تھا کہ رجب
 اللہ کے رحمت میں شفقت کی - قریب تھا کہ رجب
 ہر دکان کے ہر دکان کے ہر دکان کے ہر دکان

۱۔ یہ کہ جو شخص اپنے دل سے کسی اور کو
 غور سے دیکھتا ہے، اس کا دل اس کی طرف
 مائل ہوتا ہے۔ اور یہ کہ جو شخص اپنے
 دل سے کسی اور کو غور سے دیکھتا ہے،
 اس کا دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔
 ۲۔ یہ کہ جو شخص اپنے دل سے کسی اور کو
 غور سے دیکھتا ہے، اس کا دل اس کی طرف
 مائل ہوتا ہے۔ اور یہ کہ جو شخص اپنے
 دل سے کسی اور کو غور سے دیکھتا ہے،
 اس کا دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔

بہدشت کی پہلی سڑکی تحریک

بندوں کو معاف نہیں کیا۔ مشہد بالاکوٹ کو آج سویریں سے دیر پہونچے
ہیں۔ مگر ان ایک ارواح پر دشمن و تشیع کا سلسلہ جاری ہے۔

تنبیر بر توائے چرخِ گمراہی

بار کوٹ کی ثمریت پیر آرام کینے والے۔ تم پر اللہ کی رحمت اور سلام

نعمت ماری بڈیاں بچپنوں میں رہیں وراثت تمہیں شہداء اور صالحین کی

تعفت میں جگہ دے۔

الزبد الصفير وهو حشر همد في زهرة منها جرب ابرين

الذين هم ابر و اوج و ادر و اعر نيات محمد ص و الله عليه و آله

تمہاری بات کی منفعت کے لئے کیا دعا کریں بہ شریذ کے اعمال

۱۰۔ نہ کی یہ دہریہ کہہ رہا ہے کہ سنہ ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں بغاوت ہوئی تھی۔

دعوتِ اشرار : پند و پیش کی دعوتِ ناس کرب و بدست کی
دعوتِ اشرار : دعوتِ حق - بدست و شک کیستد ان کا منہ

تختا۔ وہ دین محمدی میں عہد فروری کی پاکیزگی و شوکت پر کرا رہے تھے۔

تھے۔ تو حیدر علی اس کی تبلیغ، غیر پرستی کے، مستفید ہوا، مگر اس کے اثر سے یہ گونا

بن سے اکڑ پھینکنا۔ وزنگی بیوگن کی ترمیم سن کی دوحست کے

ایک چیز اس کے۔ ان کی دعوت کی میاں بہو کی پناہ پر اس کے متعلق

پیشکش کی درخواستیں - زمانہ شدہ ہے۔ اور کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک

۱۔ کوئی نذرین یا تکرار میں وقت تک اس کی تکرار نہ ہو۔

ہو گئی ہے، سب کی سب سید شہیدؒ اور ان کے غش بر داروں کی سخت
 کوستوں کا نتیجہ ہے۔ کہتے کہ پورب کے عقوبتوں میں روشنی کی جھلک سرس
 ہی آفتابِ گل کو فیض ہے۔ صادق پور (خصیم آباد) کا مشہور خاندان
 سید شہیدؒ اور ان کے ایک مرید مولانا ولایت علی صادق پوری دہلی
 شہیدؒ کی بدولت دنیا کے محل میں آفتاب و مابین ان کریموں اور
 کہ پورب پر کیا منہ ہے، دلی، رام پور، جو پور، دہلی، پٹنہ،
 دہلی، ... میں آفتاب کی شمعیں کماں نہیں بنیں؟
 سید صاحبؒ اور ان کے خدام کے ایک کے لول و عرض میں جس طرح
 اصلاح و موبدعات کا فریضہ ادا کیا ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے ایک
 دفتر چاہیے۔ سبکیوں و قوت اب تک قلم بند نہیں ہو سکے ہیں۔ اس قسم کا
 ایک و قوت و لایا مولانا حکیم محمد عبدالشکور صاحب مدظلہ (مولانا شہیدؒ)
 نے گزشتہ سوال دستاویز کے موقع پر زمانہ دہلی پور کے ایک
 نئی صفحہ سب کا بیان فرمایا تھا اور اب زدم کی درخواست پر زنی
 نامہ مورخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۵ء میں اس کی تفصیل دینی کر دی ہے۔
 زمین سب نہ ہو گا، اگر گرامی نامہ پور کا پورا یا ہاں نقل کر دیا جائے۔
 زمانہ کے قاری سب کے متعلق اتنا یاد ہے کہ اندازاً ۱۳۰۵ء
 شہیدؒ نے جس زمانے میں یہی خبر رسالہ کی ہوگی۔ ایک شخص نے
 سے متعلق دہلی کے شیعہ زنی پور کا یہ مشہور قصیدہ

ہندوستان کی ہندی سنی اور سکریٹ

زانیہ کے رہنے والے، قدروقامت میں طبع چور سے شہیت است و سر
 وقت وقت و دیہی میں جو انوں کو بات کرتے تھے۔ نہ ہی گوارا، شہ
 مذت، مولوی کر تھک نامہ سے شہو رہتے۔ ان کے ساتھ ایک بڑا
 عہد، جس میں بوسے کا پھل ایک بھوانی، ساتھ رکھتے تھے۔ اور رشتہ یہ
 کفر تو رہے۔ ہاں کہیں جاتے، ان کے کام یہ تھا کہ ہاں ہاں ہاں ہاں
 پیو ترہ، کیت، اسی کفر تو رہے اگلاڑتے۔ جب وہ ہاں میں یہی
 ہو پوگ میں پیتے۔ تو ہاں میں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
 محمد واراندر کی سید ہیں ہاں میں مولوی سے حسب معیشت ہاں ہاں ہاں
 کے ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
 تھے۔ جس پر تعزیر رکھا جاتا تھا۔ ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
 مولوی کفر تو رہا، سب ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
 پورنگل میں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
 اس کے ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
 ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

ہندو ۲۵۶-۲۵۳

ہندو ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
 ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں
 ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں

[illegible][illegible]

میں نے یہ سب کچھ دیکھا تھا۔ مگر ان کے یہاں میں تھیں ہی وہ وقت
نہیں اور وہ لوگ، ہر ایک کی ہر ایک شہید ہوتی ہے۔

[illegible]

دوران نشانی چنانچه در این صورت است که در این صورت

تاریخ سید محمد باقر میرزا در باره سید محمد باقر میرزا

تعمید و تعمیل کے لئے جس کے بغیر وہ کسی گروہ میں کی

1890

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

مولانا آزاد کو تمام ہندو سرگرمیوں میں مولانا شہید ہی کی روح کا رفرہ نظر آتی ہے۔ استاد محترم مولانا سید سید صاحب اور مولانا شہید دونوں بزرگوں کو تجدید دین کی تحریک کا نام سمجھتے ہیں۔ مولانا سید ابوالحسن مودودی شہیدین کو امام مودودی کی تجدید کا نام سمجھتے ہیں۔ راقم کو مولانا ابوالحسن آزاد سے زیادہ اور ان دونوں بزرگوں سے کم اثر اسامو و بانہ انتہا ہے۔ ہمارے نزدیک مجدد مہدی اور امام مودودی اللہ علیہ السلام کی تیار کردہ عورت کی تکمیل حضرت شہید دہلوی کے پیر و مرشد حضرت سید شہید بریلوی کی ذات گرامی سے ہوئی ہے۔ اپنا اپنا اثر اور اپنا اپنا وجدان ہے۔

وَلِلنَّاسِ فِي مَا بَعَثُوا مِنْ رُسُلِهِمْ

راقم نے خود مولانا آزاد کی خدمت میں ایک موقع پر راقم کو گائیس (۹۵) پتہ خیال پیش کیا تھا۔ مولانا نے جواب دیا۔ کہ میرا ذاتی تاثر یہ ہے کہ بہر حال اگر مرید و عقیدہ مند ہی کی قسمت میں یہ بلند مرتبہ تھا، تو پیر و مرشد کے مراتب عالیہ کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

سید صاحب کی دعوت کا اہم عنصر جیساد
دعوت کا اہم عنصر فی سبیل اللہ ہے اور یہی چیز اس تحریک

تجدید و جہاد کو تجدید کی دعوت کو حید سے خاص طور پر ممتاز کرتی ہے۔ یہ حد تک

۱۔ مقدمہ سیرت سید محمد شہید ۲۔ کتاب جہاد و جہاد

۳۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ راقم کی کتاب مولانا مودودی کے فکر و خیال پر ایک تحریک

کوئی بغاوت یا مکتوب ترغیب جہاد سے قالی نہیں ہوتا۔ انھوں نے صرف ہند پرست نہیں کیا، بلکہ اپنے مریدوں کے ساتھ گھر بار چھوڑ کر سرحدِ شہادت کے جیسے کہ اوپر بیان ہوا۔ سکھوں کے مظالم ان کے سامنے تھے۔ مسلمان عورتوں کی حسرت و آبرو محفوظ نہیں رہی تھی۔ ان کا خون حلال ہو چکا تھا۔ گائے کی قربانی ممنوع تھی۔ مسیحوں سے اطمینان کا کام لیا جا رہا تھا۔ غرض وہاں وہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ جس کی بات اقبال نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے:-

ناعد شمشیر و متبرائ را بہرہ
اندرا آل کشور مسلمانان بہرہ

انھیں نہ رست سے متاثر ہو کر یہ سب نے ہاتھ بٹھ جہاد ۱۵ اعلان کیا۔ سکھوں کو چلے اس دم کی دعوت دی۔ پھر معرکہ آرائی شروع ہوئی۔ عید و بیکش کیا۔ وہاں قیام لینے والے بڑھئی۔ سید صاحب کی قوت روز بروز بڑھتی گئی۔ بڑھادیں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، رست کا اعلان ہوا۔ مسلمانوں میں آپ کا نام پڑ جانے لگا۔ دور و نزدیک سے

مسلمانوں میں اور کہہ آئے ہیں کہ سید صاحب کے ہاں جید بوجہ و بدو شعور ہی تھا پرورش پانچواں۔ دور کے بہادر و مست دین کا نمونہ ہندوستان میں وہاں سے جہاد میں جو کچھ نقصان ہو گیا۔ میں نے وہاں سے بہت کچھ سیکھا۔ انھیں گئی انھیں گئی کہ جہاد کی ضرورت تھی یہ جہاد پانچواں۔ دور کے بہادر و مست دین کا نمونہ ہندوستان میں وہاں سے جہاد میں جو کچھ نقصان ہو گیا۔ میں نے وہاں سے بہت کچھ سیکھا۔ انھیں گئی انھیں گئی کہ جہاد کی ضرورت تھی یہ جہاد

فی عمت اور معاہدہ کے پیام آئے۔ مگر بہارِ شریعت رکب
 کتب میں کہ یہ بیعت بارت "ڈیکٹر شپ" کے اعدائے حق اور مجاہدینِ حق پر
 صاحبِ حسب کے دست مبارک پر امامت کی بیعت کے تحت غلطی کا رتاب
 کیا۔۔۔ نہ عرض کرتا ہے کہ اگر سید صاحب کی اور رت ڈیکٹر شپ، تو
 پیشوایانِ (ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ) کی نہفت بھی ڈیکٹر شپ تھی
 اور اگر یہ بیعت کوئی غلط چیز ہے تو اس سے پہلے بھی یہ کرامت نے بھی اس قسم کی
 غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ آخر ہم ساری دنیا فرنگ کی بلالہ فیہ بدل کہ
 کتب تک شکر ریشہ رہیں گے۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ سید صاحب کی امامت و امامت پر ہندو اہلک
 بیعت ہوئی (۱۲ جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ) جب یہ بیعت ہوئی اور
 ہندو، و بیرون ہند کے اہل تشیع و فک کے ان کی دلی مایوسی ہوئی۔ لیکن اپنی
 پالیسی کا یہ ممکن نہ ہونے میں کیا کیا بے بدل میں یہ بیعت ہو گئی تھی اور
 انہوں نے میں خون اتر کیا ہے، جب یہی باتوں کے فتوے دے دیے ہیں سرحد کی
 غلامی یاد آتی ہے۔ سرحدوں تو جی کر کے کسی نہ کسی کے روبرو اہل تشیع
 کرنے پہ مشغول رہا۔ اس وقت کے بدل میں انہوں نے یہ بیعت نہ کی کہ
 کیا جن کی اصالت و ہیبت اور یہ دومی و ثنت کے لئے اس پر گواہ

سلطانِ ہندوستان محمد علی شاہ کی طرف سے

یہ نزدیکی اور اس کے جان نثاروں نے ہجرت کی مشقتیں گوارا کیں۔
 وہ خود جن کے دشمن ہو گئے۔ یہی نہیں نہ ہونے لگے۔ پتا اور فتح ہوجا
 تہ۔ مارہر دورن پتا ور کی غدار کی کے با دست سید صاحب کے تکرار کردہ
 عمارت درناتس سے سب کا فتنہ مہو اور پراگندہ ہوئی بدولت ہوئی کہ وہ
 ذات پتہ ور کو پورا کرے۔ راجہ دوار کی کی و دی کو فتنہ ہو گئے۔ شہباز
 ۱۲۱۱ء وہاں بھی سکھوں سے پیٹھ پر پڑھائی رہی آخر بالآخر
 کوٹ لڑیں وہ آخری معرکہ پیش آیا جس کا جواں تکرار و پراگندہ ہے۔ مقامی
 خونین ذاتی جنگ میں بہت سے لڑتے۔ ان میں سے ایک صاحب سید صاحب
 کے ساتھ تھے۔ اور کچھ لوگ سکھوں کے ساتھ آکر دھوواں رہے۔ سکھوں کے
 ان مقامی جو ردوں کو کہہ رہے تھے۔ اور پتہ کا پورا پورا راجہ
 تھا۔ انھیں ان نشان دہی کی بدولت اس آخری معرکہ میں سکھوں کے
 کافی نور پر عجب سے مدد آوری ہوئی۔ یہاں پر قتل کیا۔ پھر یہ تھا۔
 یہ بدین جان پر کھیل کر ایسے۔ موت سائے تھی اور شہادت کی آرزو
 دونوں میں سی ہوئی۔ ایسے اور اس طرح۔ دشت و جبل نعرہ حق سے
 بلند ہوئے۔ اور یہاں کہہ سکتا ہے۔ کہ یہی وہ کون ہے کہ ارد گرد اس خود
 حق کی۔ ان میں شہائی دیتی ہوئی ہے۔
 یہ نہ یہ وہ آگوش رند و شاہین
 ثابت۔ بہت پر جید و سادہ و سادہ
 مہر و شہید و رند و سید۔ سب نے بھی سی معہ۔ یہیں ہوئے

آخر چپکا۔ مگر اس کی نشانیاں آشیانے کے ارد گرد باقی ہیں اور ان کی اولاد
اب تک اس میں مقیم ہے۔ ان میں یہ نیاں غریبہ دراز تک قحط رہا۔ لیکن
بڑے بچے اس درتبع سنت غلام اس کو بچے کے شکر رہوئے۔ اور شاید اب
بھی ان کے دلوں سے یہ حسد نہیں مٹ سکا ہے۔ گو درایت ہنر کی رو سے
ہندو سیدہ سب کی شہادت کا لیا کرتی ہیں۔

— یہ فرہنگیت کی غرض تھی۔ گو لغزش بہر حال لغزش ہے۔ اور یہ
کوئی معمولی لغزش نہیں۔ پھر بھی اس کے عارضہ پر نظر رکھ کر زبان معین دراز
کرنے سے پہلے ذرا سوچ لینا چاہیے۔ مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ (جو مولانا
نور محمد صاحب رنجو غفرلہ جودہی صادق پوری ص ۱۳۳) کی
صحبت میں سرت تکارت ہے اس لئے اہل صادق پور کے احوال و
کیفیات سے پس منظر واضح واقف ہیں) کا تاثر یہ ہے کہ گرتے ہوئے دلوں کو
بٹا مٹا کر دے یہ شوشہ چھوڑا گیا۔۔۔ بچے ابھی کہتا ہے کہ لغزش
بہر حال لغزش ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ چپے اور بے ریا دلوں پر
فخر اور جہان نر شاہی ہے۔

حکایت دل انہی کے علم بردار مولانا بیگم سندھو ص ۱۳۳
نے مولانا ولایت علی صادق پوری ص ۱۳۳ (۱۳۳) کے دوسرے
صفحہ پر لکھی ہے کہ سیر ندران کے سب سے چھوٹے صاحبزادے
کوئی کے وقت (۱۳۳) مولانا بیگم سندھو ص ۱۳۳ کے

ہندستان کی پہلی سوشل تحریک

رفیقوں اور دانشوروں کو شیعیت اور زیدیت کا نام لگا کر جس طرح
مطعون اور بدنام کرنے کی سازش کی ہے، اسے تحریک تجدید و
جہاد کا مومن کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ہم مولانا سندھی کی قربانیوں
اور علم و فضل کا انکار نہیں کرتے، بلکہ سچے دل سے ان کا اعتراف کرتے ہیں
لیکن سید شہید اور ان کے اصحاب با صفا پرستہ آئین کو زیب نہیں دیتا
اور اگر قربانیوں اور فداکاریوں کے طفیل مولانا سندھی کی لغزشیں قابل
درگزر ہیں (جیسا کہ ان کے ایک عقیدت مند نے لکھا ہے) تو پھر سید
شہید کے اصحاب خاص کی فوگداشتیں اور کبھی زیادہ قابل درگزر ہیں
کیا وہ اور ان کے معتقدین ان مجاہدینِ راد حق کی قربانیوں اور فداکاریوں
سے بے خبر ہیں؟

پچھلے دو تین برسوں میں
اعلیٰٰ صاحبین مائیں حکومت الہیہ حضرت سید شہید اور ان کی

تحریک تجدید و جہاد کے متعلق جہاں اور غلط بیانیوں کی گئی ہیں وہاں
یہ بھی کہا گیا ہے کہ سید صاحب کی جماعت دہلی کی سلطنت کی کمزوری کو
دور کرنے کے لئے کٹری ہو رہی تھی۔ حالانکہ سید صاحب اور ان کے عقیدہ

میں مولانا سندھی کی شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ۱۷۵۹ء - ۱۷۶۵ء - ۱۷۶۷ء

راقم کے موبنا ... سندھی اور ان کے انکار و خیانت پر ایک نظر: ...

۱۷۶۷ء تا ۱۷۷۱ء سندھ کی سیاسی تحریک ... اور مولانا سندھی اور ان کے ...

جہاد کی اس سے زیادہ اور کوئی تشریح نہیں ہو سکتی۔ سید صاحب مکمل جہاد
 نصاریٰ کے دعوے تھے۔ دینی کی حکومت کو ان کے بلند مقاصد سے کیا نسبت؟
 کو ان میں جہاد کو دینی کی حکومت نہ نہ اپنی شخصی حکومت تھی۔ اور خلافت
 راشدہ کے نمونے پر حکومت الہی کی تاسیس کرنا سید صاحب کا نصب العین
 تھا۔ سید صاحب کا مقصد انصاف و عدل اس قدر واضح اور روشن ہیں
 کہ ان میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہو پا جیسی تھی۔ ان کا جہاد ان
 احادیث کلمہ اللہ کے لئے تھا۔ یہ موافق وحی انتساب پر ہاں ہے مگر جب
 تک نہاد بیانی نہ ہو تحقیق کیا ہو کہ نہاد پر آپلی ہے تو اس کی صورت
 اس طرح نہ ہو کہ وہ کسی جہاد و تہذیب امامت کا مقصد
 دلی مودبی نہاد صاحب کی زبان سے نہ ہو۔ نہ در سائنس ان محمدیوں اور سردار
 سعید شہان کے تحریر فرماتے ہیں۔

رہت شیور کہ علیہ زیات الممدوحہ رست
 کہ وہ است بزرگ معنی کریں باب
 را از قبول این منصب غیر
 از اقامت بہادیر و جہاد و شہاد
 و جمہال معنی انتقام و دشمنی کریں
 سہارن شاہ و دیگران و انہی نفسانیہ
 نیست کہ رست میں قدر آکر نہاد
 و سب جہاد و جہاد و جہاد و جہاد
 اور حقیقت سے بخوبی آگاہ ہوں کہ
 منہ بامامت کے قبول کرنے
 سے اس کے سوا میری کوئی دوسری
 نفسانی غرض نہیں کہ جہاد کو شرعی طریقہ قرار دیا
 ہو کہ نہادوں کی فوجیات میں نہاد قائم ہو۔
 انہی اور انہی اور انہی اور انہی

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

کہ اکثر افراد انسانی بلکہ تمام ممالک میں

رب العالمین کے حکم و جن کی نافرمانی

شرع متین ہے، بل کسی کی مخالفت

کے جاری ہو جائیں۔

کہ اکثر افراد بنی آدم بلکہ در جمیع

اقتدار عالم رب العالمین

کہ کسلی بہ شرع متین است، بلا

منازعہ مستاحد سے نافذ گردو۔

(سیرت سید احمد رضاؒ - ص ۱۱۱-۱۱۲)

کیا اس کے بعد بھی کہا جائے گا کہ سید صاحب دلی کی عنایت کی کمزوری
دور کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے؟

سید صاحب کے درست مبارک پریشمار علماء نے بہادر
مشہور خلفاءِ صالح کی بیعت کی۔ ایک اچھی خاصی تعداد سرحد و

پنجاب کے معرکوں میں کام آئی۔ دوسروں نے شرک و بدعت کے ٹٹانے
میں بڑی نمایاں خدمات انجام دیں۔ اور بلاشبہ آج اسلامی ہند میں جو کچھ

صحیح لگیاں اور اتباع سنت کا جذبہ پایا جاتا ہے، وہ ان ہی رہنما
صدق و وفا کی کوششوں کا رہین منت ہے۔

یوں تو خلفاء کی تعداد بہت ہے، لیکن ان میں مشہور ترین صحاب کے
نام یہ ہیں :-

۱۔ مولانا عبدالحی بدایونیؒ (۲) مولانا سید شمس الدین

سے مزید تفصیل کے لئے :- سیرت سید احمد رضاؒ (ص ۱۵۶-۱۵۷) بل ختم کی جائے گی۔

رام پور کی اور ولناولیت کی صادق پوری۔ ان دونوں بزرگوں کو
 خود سید صاحب نے میدانِ جہاد کی مدد سے ویدکن تبلیغی مہم پر
 بھیج دیا تھا۔ اور وہ لوگ اپنے فرائض سے جو شرف و ولہ کے ساتھ
 انجام دیئے۔ شہادت کی خبر ان دونوں بزرگوں کو بھی سترتب مدراس
 اور وین ہی میں ملی۔ ان کے بعد مولانا محمد علی وطن کو لوٹ آئے۔ پھر
 وہ پرمدراس تشریف لے گئے۔ ۱۲۸۸ھ اور وہاں آپ کو علماء
 مسعود اور بدعت آموزوں نے بڑی تکلیفیں دیں۔ اس سے دوسری
 مرتبہ وہاں زیادہ قیام نہ ہو سکا، ورنہ پس چلا آئے (۱۲۸۹ھ)
 اپنی عمر کے آخر چھ سال آپ نے تذکیر و تبلیغ میں صرفت کئے اور ۱۲۹۰ھ
 میں وفات پائی۔

چوتھا باب

سید صاحب کے پورے

.....

انہی میں سے ایک ہے کہ مادہ
مولانا ولایت علی صادق پوری

کے دو بیٹے، ارجمند رفیق مدراس، اور دکن میں تبلیغی ناست برآمدہ تھے
مشیت نہ تو یہی تھی کہ سید صاحب کے بعد بھی اُن و خیرین کی بیوی اکیلی باقی
رہے۔ یہ تین بیٹے ان دونوں بزرگوں کی دوری اور سلسلہ میں یہی
رازی تین معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال مولانا محمد علی رام پوری (۱۲۵۸ھ)
نابھہ شہادت (۱۲۷۰ھ) کے بعد بارہ سال تک فاضل شریعت سے تبلیغ
مدرج کے منہ پر کرتے رہے، مگر وہ کہ جس کے کلاموں پر سید شہید کا
پیشانی کا بار بڑا گیا تھا، اس کی روش اس فاضل شریعت سے ایک
سے مولانا ولایت علی صاحب پر میدان جو دہشت گردی، اور سید صاحب کی جرات
بہت شائق تھی۔ سید صاحب نے آپ سے فرمایا کہ تم لوگ کہہ دیتے
ہیں یہی میں ایک تخلص سے بزرگوں درخت پر ایسوں کے۔

صاحب محمد فیسری (سیرانڈمان متوفی ۱۲۸۵ھ) کی تیار شدہ عجیب میں
 بلکھورت ہونے کے معنویات ملتے ہیں۔ مگر ان کتابوں کو بڑھتا کوٹ ہے؟
 مولانا ابوالحسن علی ندوی نے سیرت سید احمد شہید میں انہیں مانتے لے کر
 آجی قاضی دتیب اور سلسلہ روداد القادیمہ بند کردی ہے، مگر انہوں نے ان چند
 قطعوں سے اس پرک و ربط ہر خون کا حق تو ادا نہیں ہو سکتا جو سلسلہ
 شہداء میں (۱۸۳۱ء تا ۱۸۵۷ء) کے شہداء کی افواج سے لے کر
 سرحد و راء و راء کی پتھر پٹی اور پیاسی زمینوں تک بے دریغ
 بہا گیا۔ حق یہ ہے کہ ان بدکشان راء عزیزیت کا اگلے حق بھی اب تک
 ادا نہیں ہو سکتا ہے۔

راؤ کا کچھ شبہ حال ہے، جہاں مجاہدین راء حق کا ذکر کیا، وہ تمام
 "اگلی اور پچھلی" کے انصافیاں اور غلط بیانیات ایک ایک کر کے یاد آنے لگتی
 ہیں، جو ارباب ہوا و ہوس نے ان بزرگوں کے متعلق روا رکھیں۔ اور
 راء و راء کے قادیان کے لکھے۔۔۔ بہر حال عرض یہ کرنا تھا کہ مشہد باللا
 کوٹ (۱۲۸۵ھ) پر سید صاحب کی شروع کی ہوئی تحریک تجاویز و جہاد
 بالکشمیر ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ سید صاحب کی شہادت کے بعد قیادت
 کی جگہ مولانا ولایت علی صادق پوری عظیم آبادی (مولود ۱۲۸۵ھ)
 نے اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ ابھی وہ دکن میں تبلیغ و ارشاد کے لئے اٹھ کر
 سلاطین و شہداء کوٹ کے بعد ہی مجاہدین کا ایک گروہ سرحد پار (افغان ہمسایہ) میں

ہندستان کی پہلی سنی تحریک

وے سے تھے کہ قادیان کوٹ پیش آیا۔ امیر شیخ کی شہادت کی خبر
 سنتے ہی غشیہ آباد واپس ہوئے اور دعوت و تبلیغ کی از سر نو تشریف
 لے کر بنکال، بہار، دکن، مدراں، مختلف صوبوں کو تبلیغ کیے۔ رہبانیت پر
 متعدد دکن میں شائع کہیں۔ اس سب سے بڑا کریہہ کہ اپنے خاندان میں کئی
 باسنت کی تجدید کی۔ صوبہ بہار و بنکال میں نکاح بیوگان کا آغاز کیا
 ہی کے خاندان سے ہوا جس طرح ہندستان میں نکاح بیوگان کی بنیاد
 خود سید شہید نے اپنے خاندان میں قائم کی تھی۔ اس نکاح کا بڑا منہا
 پھر بڑے حضرت مولانا دلیہت علی صاحب اپنے فرزندوں میں اسی

(۱) سید قادیان (۲) پٹنہ کی مولانا دلیہت علی صاحب نے سید شہید سے ۱۸۷۶ء میں
 مختلف امراء شیخ، مولانا محمد علی امجدی، امیر دکن دہلوی اور حاجی صاحبہ رازوی اور
 مولانا عنایت علی کی سرکردگی میں اپنا فرض انجام دے رہے۔ لیکن ندوۂ ہندوستان ہند
 قیام بین و مان کے ہمدرد انھیں کو اپنا امیر سمجھتے تھے۔ دلیہت علی صاحب دہلیہت
 کو راجہ بنانے کو آگے کی تحریک کر دی۔ دلیہت علی صاحب کے اندر تو وہ سیرت و نسب کی
 شہادت کے بعد ہی سے امیر کی حیثیت سے دعوت و تبلیغ کے فرض کو دست بستہ
 لے کر مولانا ولایت علی صاحب سے پہلے خود اپنی ذات سے زندگی گزار رہے تھے۔
 جعفری صاحب کی پوری شہرت۔ شہادت کے اپنی بیوی اور کسمپوشی سے ان کے
 شوہر مولوی محمد امین جہاد میں معرکہ کوٹ میں ہوا۔ دلیہت علی صاحب نے ان کے
 کر دیا۔ مولانا صاحب کے بیٹے مولوی محمد حسن ذبح دلت کے بیٹے مولانا صاحب
 عمر میں امیر بن گئے (۱۸۷۶ء) کے قواعد کی غیر العقول طریقے پر بروہی کی
 انھن سے پیدا ہوئے (۱۸۷۶ء)

لقب سے یاد کئے جاتے ہیں) نے اس سنت کو غور سے دیکھا اور ہزاروں بیوہ خورتوں کے نکاح کرا دیئے۔

آپ کی ذات سے جو احیائے سنت ہوا۔ اس کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ یہ رہنما کے روشن خیال حضرت کو یہ چیزیں معمولی اور حقیر معلوم ہو سکتی ہیں۔ لیکن جب آپ آج سے سو برس پہلے کے حالات کا تصور کریں گے۔ تو ان کی اہمیت معلوم ہوگی اور ان علماء حق کی جرأت اور ہڈیہ امتیاز سنت کو کھینچ کر زندہ ہو سکے گا۔ اگر یہ چیزیں اقامت دین و اصلاح امت کی دعوت سے الگ۔ صرف جزوی، صلاح کی حیثیت سے درج ہائیں، تو یقینی زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں، مگر جب اعلائے کلمۃ اللہ کی دعوت کے ساتھ اقامت دین کی تحریک کے ضمن میں یہ اصلاحات بھی ہوتی جائیں، تو بڑی بات ہے۔

ان بزرگوں نے یہ سنتیں آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے زندہ کی تھیں اور ہمارے یہاں ہے کہ آج بھی ہماری زندگی بندوانہ رسوم سے پاک نہیں ہو سکی ہے۔ نکاح بیوگوں کے علاوہ اور جن سنتوں کا احیاء مولانا وزیت علی کے دم قدم سے ہوا، ان کا مختصر ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) مولوی کبر علی فرزند مولوی انیس بخش صاحب جعفری (متوفی ۱۲۸۵ھ)

بیشہ میں انتقال ہوا۔ تو ان کی بیوہ اہلیہ (بنت شاہ حسین صاحب
متوفی ۱۲۸۵ھ) نے ثبانیہ نکاح اپنے منجھلے بھائی مولوی عنایت علی صاحب

ہندستان کی اپنی اسلامی تحریک

غازی سے ایک نیک بی بی کو ان کے پاس نکاح بھیج دیا۔ جہاں وہ تبلیغ و ارشاد میں مصروف تھے۔ جیسے نجاشی (بادشاہ حبشہ) نے ام المومنین ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا نکاح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر کے

مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ (اس خاندان میں یہ دوسرا نکاح بھی تھا)

(۲) ایک شخص عبد العزیٰ نگر نسوی جو زمرہ مساکین سے تھے اُن کا

عقد ایک بیوہ عورت سے تعلیم قرآن مہر قرار دے کر کر دیا۔

(۳) شرفائے بہار میں تعداد ازواج معیوب تھا (اور رات بکی

معیوب بچے جاتا ہے) اور ایک بیوی کے بیوے بیوے برابر کی جوڑ میں

دوسرا نکاح کرنا تو کو یا حرام سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے خاندان میں

اثرین دوش دیاں کرائیں دوران میں تمام برادری اور عقیدت مندوں کو

دعوت دے کر اتباع سنت کی ترغیب دی۔

(۴) آپ نے اپنے دو صاحبزادوں مولوی عبداللہ اور مولوی بدایت

عقد نکاح اپنے چھوٹے بھائی مولانا فرحت حسین (وفات ۱۲۷۴ھ) کی دو

لڑکیوں کے ساتھ اس سادگی کے ساتھ انجام دیا کہ لکیر کے موجودہ کپڑے

(وہ بھی پیوند لگے بیوے) پہنا دیئے اور کوئی نیا کپڑا دینا دھن کے لئے تیار

نہیں کرایا گیا۔ آپ نے یہ سنت بھی پانچ ہزار آدمیوں کے مجمع میں ادا کی۔

تنظیم و تبلیغ تنظیم و تبلیغ کے سلسلے میں مندرجہ ذیل انتظامات

خاص طور پر قابل ذکر ہیں :-

(۱) شاہ محمد حسین صاحب (ف ۱۲۷۳ھ) خلیفہ حضرت سید صاحب

مسجد نمویہ (صداوق پور سے متصل شہر ٹیٹہ کا ایک محالہ..... یہ مسجد آج تک اسی خاندان کی نگرانی میں ہے) کا امام اور چھپرو، مستقر پور اور بہار کے دوسرے اصناف میں تلقین و ہدایت کے لئے مقرر کیا۔

(۲) اپنے منجملے بنائی مولانا غایت علی غازی (ف ۱۲۷۳ھ) کو

اہل بنکال کے ارشاد و ہدایت کے لئے روانہ کیا۔ (۳) مولوی زین العابدین

اور مولوی محمد عباس حیدر آبادی کو اڑیسہ و صوبہ بہار آباد (موجودہ دیوبند)

مشرقی (اصناف) کی طرف عام تبلیغ کے لئے بھیجا۔ (۴) شہر ٹیٹہ، نواب

خزالدولہ کی مد میں دوسرا جمعہ قائم کیا، جہاں ہر جمعہ خود وعظ فرماتے۔

(۵) دنیاویات کی تعلیم کے لئے ہر پندرہ روزہ مدرسہ درمیان قرآن و حدیث کا

درس دیتے۔ آپ کے بڑے بیٹے مولوی عبد اللہ (ف ۱۲۷۳ھ) قاری

بیوتے۔ دوسرے علی، تنسیہ کی کتابیں ہاتھ میں لے کر بیٹھتے غلام کے خدیوہ

غلام بدول، وہ عقیدوں کی بڑی تعداد موجود ہوتی۔ قرآن مجید اور

ہدایت الملاحہ کا انہی ترمیم مردوں اور بچوں کو پڑھواتے۔

(۶) شاہ شمس الدین (ف ۱۲۷۳ھ) سے شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ

قرآن و تفسیر شہید کے رسائل منظرِ کارِ پئے طبع حسینی لکھنؤ میں طبع کرانے کی

کوشش کی۔ مذکورہ جامع کے انبار پر، آپ نے یہ خدمت پئے ایک

رفیق و خلیفہ تھے مولوی بدیع الزماں صاحب برہان کے سپرد کی۔

ہندستان کی پہلی سوشل تحریک

جنہوں نے اس طور پر ایک ٹائپ پریس خرید کر کے پہلی مرتبہ یہ کتابیں چھپوایں
تبلیغ و تذکرے کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا ولایت علی
وغلط بہت پر اثر ہوتا۔ نواب صدیق حسن خاں دشت سلسلہ کے رہنما کے
قبول آئے اور غلط کی تاثیر کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ ورنگناہت کہ انہوں نے
بلوغ المرام کی شرح مولانا جہی کی ترغیب سے لکھی تھی۔ نواب صاحب حب و ایمان
ہیں۔

..... پھر مولوی ولایت علی، مولوی عنایت علی قنوج، پیشوا شریف
لاٹے۔ میرے مکان پر آئے۔ اپنے اہل بیت کو دہائیوں سے دور وادے دور
کے بھیجے۔ جامع مسر قنوج میں چند جمعہ تک وغلط کہہ۔ مجھے کہتے تھے کہ
کتاب بلوغ المرام ضرور پڑھنا۔ میں اس وقت بارہ برس کا ہوں گا
اس کہنے کا نتیجہ بعد ایک مدت دراز کے یہ ظاہر ہوا کہ میرے دوست مولانا کی
شرح لکھی۔ جو اثر رابع میں نے وغلط مولوی عنایت علی مدظلہ میں پایا،
وہ کسی میں نہ دیکھا نہ سنا۔ ان کے پاس بیٹھنے سے دل نہ نی سے سر و موہا
تھا، اور دین کا جوش تہ دل سے اٹھتا تھا۔ بیشہ عد میں نے انہیں سے یہ کہہ لیا تھا۔
بمطرح جنہوں اور جی اد کریں گے

مولانا ولایت علی خود بھی نبیل تشریف لے گئے۔ شہر وں
ور دیہوں کا دورہ کیا۔ پھر اپنے مرشد و میری، تبار میں
حج و تہاد

ہندستان کی پہلی سدھی تحریک

اس وقت کشمیر کے راجہ گلاب سنگھ اور مجاہدین کے درمیان جنگ جاری تھی۔ راجہ کو شکست ہوئی اور اس نے انگریزوں کے سائے میں جا کر پناہ لی۔ جو اس وقت تک پنجاب کے ایک معقول حصے پر قابض اور مملکت معاہدہ میں پوری طرح وکیل ہو چکے تھے۔ ۱۸۱۹ء اور ۱۸۲۰ء کے بعد انگریزوں نے پھر جنگ ہوئی، اور نہ صرف پنجاب بلکہ سکھوں کا پورا متبوعہ انگریزی عمارت میں آگیا۔

حکومت نے مورانا اوریت علی کو اطلاع دی کہ اب گلاب سنگھ پر حملہ کرنا خود انگریزی حکومت سے لڑائی مول لینا ہوگی۔ حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ جب تک ان پر براہ راست زور نہ پڑے، مجاہدین سے کاہنہ لڑ جائے اور انھیں سکھوں سے لڑنے دیا جائے۔ مجاہدین اور سکھوں میں سے جس کی بھی

سلطنت صورت حال کے سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل مورخہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے :-
(الف) گلاب سنگھ، سکھوں کے ماتحت صرف جہاں کا گورنر تھا۔ شمع کی کورنگی، مہاراجہ سپرد تھی اور بالائی ہزارہ اس زمانہ میں کشمیر کے ماتحت تھا۔

(ب) جب تک سکھوں پر قدار رہے مجاہدین کی لڑائیوں سے ہوتی رہیں۔
(ج) بحیثیت سنگھ کی وفات ۱۸۳۷ء کے بعد سکھ حکومت نے جس کے باعث کمزور ہو گئی، تو خود تین ہزار در مجاہدین نے شہر کے ہزارہ کے شہر سے بڑھ کر لیا۔
(د) ۱۸۱۹ء میں انگریزوں اور سکھوں کی پہلی جنگ ہوئی۔ اس میں مجاہدین و خدائے کو مزید مستوحہ کیا گیا۔

(ک) گلاب سنگھ اس زمانہ میں ایک بہادر اور مہذب شخص تھا۔ ان کی کئی کئی لڑائیاں تھیں۔

اسے دیکھا۔ اس کے بعد مجاہدین کو براہ راست انگریزوں سے سامنا کرنا پڑا۔

شکست ہو، سرکار انگریزی کا بہر حال قائم نہ تھا۔

اسی سے شروع شروع مجاہدین سے روک ٹوک نہیں کی گئی لیکن جب
پنجاب کا بڑا حصہ انگریزوں کے قبضے میں آ گیا۔ تو مجاہدین حکومت کی نگہبند
میں کھٹکنے لگے۔ مجاہدین کی خواہ مخواہ حکومت سے نبرد آزما ہونا خدا
ملاکوت خیر کرتے تھے۔ کوئی فرق ایک دوسرے سے ملن نہیں تھا
کہ بنگال کے سلسلے میں حکومت نے دھمکی دی۔ ابھی گنت دشمن کا
سلسلہ جاری تھا کہ جاسوسیوں نے ہاشم روں کو کھڑکایا۔ اور انھوں نے
مجاہدین کے ساتھ شرمناک غداری کی۔ ایک روز مقرر کر کے سلسلہ بدلتے
میں ناریب اوسن ہر گز نہ ہو سکا۔ قتل نامہ کراہیا اور سید فاضل شاہ
دہلی کے دربار سے پرمو لانا غناست سنی کو کیسیا گیا تھا اور جس کی تمام تدار
کی پادین کی مراد وای منت سے واپس ال چکی تھی کہنے کی بے وفائی و غیبت
دیہ امر کے بعد مورخان نے مسو سے بنیر کا رخ کرتا چاہا مگر مزید انگریزیوں نے تدار

سے یہ تذکرہ ممدوق کی روایت سے (۱۳۳۰-۱۳۳۱) مگر اس غدارانہ اور قبیح
ثبوت اور راز میں نہیں ملتا۔

سے مولوں میں ہر جہد و سب نے یہ ممدوق میں اس تو حمت کی تشبیہ ہو گئی۔ غاری
و تدار میں سے معلوم ہوتا ہے کہ گھمب کے بعد وہ ڈوب گیا۔

انگریزوں نے اس وقت کوئی بیوی جس میں مجاہدین کو شکست ہوئی دریدہ دلوں بادی
کرتا کہ اسے راست میں پٹنہ بھیج دیئے گئے۔ انگریزی فوج کی کدات خیرا یہی

عقل

کے ہاتھ میں بھی

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

چار حکومت کے پیدا کردہ حالات سے مجبور ہو کر اپنے بھائی ورفانوں رفیقوں کے ساتھ انھوں نے وطن کی راہ لی۔ پھر کئی ان کے ساتھیوں کی ایک بڑی تعداد میرا دلاد علی (ف) کے ساتھ ساکن سو رت گاہ سے نکل کر مدینہ کی قیادت میں خفیہ ریلوے پر تھانہ پہنچ گئی۔ واپسی پر دونوں جہازوں پر پٹنہ کے محکمہ ریل کے روبرو حاضری ہو کر دو سال کے لئے چھانڈہ دینا پڑا۔

مولانا ولایت علی دو سال تک وطن میں رہ کر تبلیغ و تذکرہ کر کے مختلف ملکوں میں فاس مہنغ کیے۔ اپنے بھائی کی مولانا ولایت علی غازی کو پھر برنگل بھیجا۔ اور تمام مشائیل اس طرح جاری کر دیئے کہ تمام طور پر یہ نیاں کیا جانے لگا کہ اب مولانا سرکار کو فتح نہیں کریں گے۔ حکومت کئی مہینے ہو گئی، کہ پورے دو سال قیام کے بعد ایک ایک آپ نے چند محسوسوں کے ساتھ خفیہ صورت باہر کی راہ لی۔ پورب اور برنگل کے درمیان میں ان کے تبلیغ مروجہ تھے، جو لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے اور قیادین کے مصارف کے لئے ر جمع کرتے۔ اور سہ تعالیٰ نے ہی اس کو بوجہ دیا کہ انھوں نے شہداء مبارک سیدنا حسین صاحب دہلی کے لئے جو ریلوے کے کاروبار سے حاصل ہوئے۔

اس طرح کی تاریخ ۱۹۰۲ء میں جاری شدہ سہ روزہ کاغذات میں ملتی ہے کہ سید احمد مدظلہ العالی نے ان کے ایک حشمہ انداز و درویشوں کی از قوت قیادت میں میرا دلاد علی کے بعد کو مسیحتوں کا نشانہ بنے اور ان کو قتل کر دیا۔ (انتہائی رنج و غم کا سبب)۔

ہدایت کے مطابق احادیث کلمۃ اللہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔

تسلیم اپنے شیخ کے ساتھ یہ بھی میدان جہاد میں شریک تھے کہ انھیں
 مولانا شہید دہلوی کے مشورے سے نواح دہلی کی طرف ان
 غلط فہمیوں کے سرِ باب کے لئے روانہ کیا گیا، جو بعض مدعیانِ علم نے
 مجاہدین کے متعلق ان طرائف میں پھیلا رکھی تھیں۔ اسی دوران میں
 بلاکوٹ کا دردناک واقعہ پیش آیا۔ اور آپ وطن لوٹ آئے۔ جب
 مولانا ولایت علیؒ نے دکن سے واپس آکر جماعت کی از سر نو تنظیم شروع کی
 تو آپ کو بنگال کی طرف روانہ کیا، جہاں آپ نے پہلی بار سات برس
 مسلسل نہایت جانفشانی اور بہادری کے ساتھ گاؤں گاؤں کا دورہ
 کیا۔ اور یہ انھیں دوروں کا اثر تھا کہ بنگال کی یہ زمین تین چالیس برس تک
 بابائین سے جد کے لئے آدمی اور روپیہ فراہم کرتی رہی۔

پہلے دورہ سات برس (یا اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ تک) جاری ہوا
 پھر پابند من شہ رئیس کا نان کی مدد کے لئے میدان جہاد پہنچ گئے۔

سے تذکرہ صادقہ سے نیز یہ ساری احادیث تہید طبع دوم ص ۱۰۰

ایک صاحبِ علم سے بات ہوئی، اس نے کہا کہ مولانا عزایت علیؒ کی طرف سے
 نہیں بھیجا گیا۔ اور ان کا ردِ عمل ہمیشہ یہ رہا کہ انہوں نے غلط فہمیوں کے دور میں رہنا اس کی تائید نہ کر کے
 صاحب تذکرہ صادقہ سے سات برس تک یہ نہیں بتائے کہ شہید اور
 شہید کے درمیان وہ کس قدر میں مشغول رہے؟

جہاں آپ ایک مدت تک راجہ گوبند سنگھ وادی کشمیر سے برسرِ پیکار رہے۔ پھر جب "بڑے حضرت" (مولانا ولایت علی صاحب) نے خود پہنچ کر زمامِ قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی، تو آپ ان کی ماتحتی میں ڈیڑھ برس اور مصروفِ قتال رہے۔ یہ حرکت آرائیاں بار آور ہو رہی تھیں کہ گوبند سنگھ اور سرکارِ انگریزی کی صلح ہو گئی۔ پھر درہ ڈب (کے مقام پر مجاہدین کو انگریزوں کے مقابلے میں شکست ہوئی اور مولانا غنایت دہلوی اپنے بڑے بھائی کے ساتھ پٹنہ واپسی پر مجبور ہوئے) اس سلسلہ میں آپ کی تفصیل اوپر دی گئی ہے۔

مگر اس حردغازی کو چھین کر ہمارے مولانا غنایت علی کو پورے غازی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ صاحب سے بیعت کے بعد (۱۲۲۹ھ) اپنے آخری لمحہ حیات میں (۱۲۴۰ھ) تک انہیں ایک دن بھی اہلِ دنیا کی طرح آرام کی نیند نصیب نہیں ہوئی۔ بالاکوٹ سے لویانہ، توہرہ، کالہ شکیہ اور پھر تین چار سال تک مسلسل اس خطے میں جہاد و جدوجہد کے سنت کی تبلیغ کرتے رہے۔ یہ آپ کا دوسرا تبلیغی دور تھا۔ اس کے بعد جب تیسری مرتبہ سرحد کو گئے، اس سلسلہ میں آپ کے پورے جہاد میں ہرگز تذبذب نہ رہا۔

تبلیغی دوروں میں ان کا مستقل مقصد بہت ہی بڑا تھا۔

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

ہوتا۔ جب سفر کی معذرتوں سے نہ جاتا تو دین داری کی نفی نہ کرتا۔
صاحب کے گھر پر آرام فرماتے۔ آپ کی دوسری اہلیہ (جنہیں غازی نے
ایک ب و قبول کر کے آپ کے پاس بھیج دیا گیا تھا) وہیں رہتیں۔
یہ واقعہ بھی بے عملی کا نہ ہوتا۔ بلکہ اس اثنا میں عالم پورا اور اس کے
نواح کے مسلمان ہزاروں کی تعداد میں آکر آپ کی صحبت اور موعظہ
سے فائدہ اٹھاتے۔

فصل دوم آپ کی تبلیغ کے سلسلے میں پنچیت اور فیصلہ خاندان کا
انتظام اور اس پر قابل ذکر ہے۔ غرضی عدالت سے
اجتناب کیا۔ کوئی نئی چیز نہیں۔ اہل حق ہمیشہ سے ہی کمالی اللہ تعالیٰ
سے رہتے رہے ہیں۔ اور آخر قرآن مجید میں جس چیز کے انکار اور
جس سے انکار کیا گیا اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے اہل حق تعالیٰ
طرح کر سکتے ہیں۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہوئی کہ سید شہید کے متبعین
اس پر خاص زور دیتے تھے۔ اچھا ہو گا کہ آپ یہ تذکرہ خود مولانا
صادق پوری مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا محمد شفیع صاحب
کی زبانی سنیں۔

لوگوں کے اصلاح مال اور فیصلہ خاندان کی بچنے کے لئے

(در غرضی) مولانا محمد شفیع صاحب دہلی
R. B. Revanah
دہلی میں مولانا محمد شفیع صاحب (بنکال) میں آئے ہیں۔

تھی کہ جب لوگوں کو فنا اور فتنے سے روکا جائے۔ وہاں ان میں عدل و
تفہیم کی روح کبھی کبھو نکلی جائے۔ ورنہ ان کے ناگزیر متنازع اور پیچیدہ
مسائل کے حل اور فیصلوں کے لئے کوئی صورت قائم کر دی جائے اور
ساتھ ہی ساتھ شاور و ہم فی الامر کی سنت پر عمل کیا جاسکے۔ چنانچہ بنیاد
پر ایک کتابی میں بہت سے مسوئہ موجود ہوتی وہاں امام مقرر کرتے (وجہوں
میں سے نہ ہوتی وہاں کسی بھی تعین کر دیتے) اور فیصلہ خصوصیات کا بار
اسی کے شانہ پر رکھتے۔ چار پانچ کو جس کے جتنے ہیں کسی بڑی مسجد کو
یا مسجد قرار دے۔ اگر ایک تعلیم یافتہ متدین امام سپرد کر دیتے اور امام بمنزلہ
سشن جیٹ تصور ہوتا۔ اگر اس پر کبھی لوگوں کی تسکین خاطر نہ ہوتی
تو مئی معیت کے پہلے پر بذات خود ان مقامات پر پہنچ کر فیصلہ متنازع
فرماتے اور باغی تالیفات کچھ اثر سے تالیف قلب فرماتے۔
موجودہ مذہبیات غلامی کی صحیح بیدار بنانگ تھی۔ اور
جس کا اور یہ کہ حقیقی جو یہ جانتے تھے۔ ان کے جہاد کے چار
دور ہیں۔

(۱) پھر دور سیدہ سبت کی معیت میں جب تک وہ وہاں
یک دور میں ہو پر نہ پہنچ دیئے گئے۔

(۲) دور دور مشہور ہونے کے تقریباً تیرہ برس بعد شروع

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

ہوئے، جب وہ سید ضامن شاہ کی درخواست پر اپنے بڑے بھائی مولانا ولایت علی کے حکم سے بالا کوٹ گئے (۱۸۴۷ء) یہ جنگ ساڑھے چار برس جاری رہی۔ یوں تو اپنے جارحانہ حملوں سے آپ نے شہر و سرزمین ضامن شاہ کے قلعے، نکل علاقے اور مورچے واپس دل دے گئے۔ سرحد با شکر کے مکر و فریب اور مقامی ہمدردوں کی غداروں نے بیادین کو تتر بتر کر دیا۔ اور وہ سرکار انگریزی کی شرطوں کے موافق وطن لوٹنے پر مجبور ہوئے۔

مولانا ولایت علی کے پہنچنے سے پہلے، مولانا غلامیت علی نے راجہ گلاب سنگھ کو جو شکستیں دیں، اور سید ضامن شاہ، رئیس کانن کے جو مقبوضات واپس لے لئے ان کے متعلق مولوی عبد الرحیم صاحب کا مختصر اور مختار بیان یہ ہے۔

”بڑے بڑے معرکے سر کئے اور ظفریاب ہوئے بن سکے رو منہ تھین کے دل ہار گئے۔ سکھوں سے متعدد مورچے، قلعے، علاقہ جات چھین لئے بخوانین غدار اور سرکش کو بکھی طبع و فرماں بردار کر لئے۔ تمام امن و طمانیت بخش کر کلمہ توحید کی منادی کر دی اور مدد و وقت امن اسلامی جاری کر دیئے۔“

۱۔ صاحب تذکرہ صادق کی روایت کے مطابق۔ تذکرہ صدقیت مورچہ پیر بہ

۲۔ شبہ بھی ہے۔ ”یک چھپو پکپک مع قلعہ جات و سرحد۔“ تذکرہ مورچہ پیر

ہندستان کی پہلی سلاخی تحریک

ہونا چاہئے۔ جہاندار خاں والی انہی سے اس کی شرارت کے باعث آپ نے پیٹ پیٹ کرنا چاہی، مگر مولانا وانا بیت علی نے بعض مشائخ کے باعث اس کو منظور نہیں کیا۔ یہ بات گیم مزاج غازی کو ناگوار ہوئی اور وہ تین چار سو آدمیوں کے ساتھ، بڑے بہائی سے غنیمت ہو کر منگل تھانہ سید عباس کے پاس جا رہے، اور ان کی ایک وفات کی نیت خلوں و رہبر شکاری کے ساتھ راستہ کی۔

(۴) مولانا ولایت علی کے انتقال کے بعد آپ نسل تھانہ سے ستمانہ (مجاہدین کا بڑا مستقر) واپس آئے اور تمام لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بہت ادا رت کی (۱۲۶۵ھ) اس وقت جنگ کے دو مہینے تھے۔ ایک ستمانہ و رد و سمر تاریخی اور منگل تھانہ۔ مولانا غنیمت علی بہت تاریخی میں کٹھڑے، پچھلے منگل تھانہ میں۔ وہاں مجاہدین کو شکست دی گئی، تو آپ نے ستمانہ کا قصد کیا، یہاں راستہ ہی میں ہیم ایل آہنیا۔ اس آخری دور میں جو لڑائیاں ہوئیں، یا جن میں نب کا آپ کو سامنا کرنا پڑا، ان کی تفصیل آگے آتی ہے۔

یہاں صاحب تذکرہ صادقہ کے ایک بیان کی تفسیح بہتر دیدہ مقصود ہے۔ مولانا عبدالرحیم نے سید کیر شاہ (امیر قادیان) اور ان کی اولاد (سید مبارک، سید عمر، سید عمران، سید مدار) پر بے وفائی کا الزام عاید کیا ہے، جو واقعات سے صحیح نہیں ثابت ہوتا۔ عجیب تر بات یہ ہے

کہ ان میں دو ت سید مبارک شاہ۔ سید ابیر شاہ کے بیٹے تھے۔ و سید غلام غفر
ان کے بھائی تھے۔ ان کے بھائی و بیٹے سید مبارک شاہ، سب کے سب
خود مرگے مجاہدین کے ہونے و بزرگوار رہے و اس سلسلے میں پھر کی
قریباً ہزار اثرات ہیں۔

اس وقت خود سید ابیر شاہ زندہ تھے۔ ان کی وفات ۱۰۵۷ھ
تھیں ہندو مت کے دوران میں ہوئی۔ ان کی موجودگی میں، ان کے
بیٹے و بھائیوں کے اختیار ت ہی کیا تھے باوجود وہ بے وفائی یا خداری
کی ہمت کاتے۔

مجاہدین کے ایک دوسرے سب کی تعمیل سے بیشتر
خوار و خوار ہوا تھا و یہ غرض کہ سب معلوم ہو تھے کہ ان میں
و خود نہیں کی خداری و بے وفائی کے باعث ان مجاہدان را حق کو بار
پرست و بیکارت کا سامنا کرنا پڑا۔ خود و جنہ ت سید شہید کو یہ دارا ان
اشارہ کی تھی کہ جس قدر ذہین و پتہ پائی، وہ سب کو معلوم ہے۔ مگر
یہ قدرتی و رخنہ نت ختم نہیں ہوئی۔ و رحمت یہ ہے کہ یہ مجاہدین بڑی برابر
سلسلہ ہندو مت کے ان دونوں دشمنوں کے مجاہدین و بیٹے رہے۔

مجاہدین میں ان کے سب صاحب صحیح و یقین و قوت و ہمت و شہادت تھے
و یہ کہ ان کے بیٹے و دوست سنیوں کی تابانیوں مجاہدین کا حق پور تک کسی حال میں کم نہ

یہ تاثرات ہیں، مولوی عبد الرحیم صاحب صادق پوری ابن مولانا فرحت حسین صاحب (فٹنہ) کے جو اپنے دونوں چچا مولانا ولایت علی اور مولانا غلام علی کی سرگرمیوں میں کبھی ہی سے شریک تھے۔

چھپڑ چھپڑ ۱۸۵۲ء تا ۱۸۵۷ء
ایہ سچ بھی لکھ آئے ہیں کہ مولانا
غلام علی کی جہادی سرگرمیوں کے
چوتھا اور مولانا ولایت علی کے نقادوں کے بعد شروع ہوتا ہے (محررم ۱۲۶۹ھ تا ۱۸۵۲ء)
یہ بی پہلے گذر چکے ہیں کہ وہ انگریزوں کے حلیف والی انب پر حملہ کرنا چاہتے
تھے، مگر مولانا ولایت علی نے اجازت نہ دی۔ جب زمام قیادت ان کے
ہاتھ میں آئی، تو ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ جہاں داو خاں، والی انب سے
شرمناک رہے ہو گئی۔

۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء کے درمیان مجاہدین اور سرکار برطانیہ کے
درمیان جو کشمکش جاری رہی، اس کا مختصر بیان درج ذیل ہے۔
”۱۸۵۷ء میں ان کا منصوبہ مکمل ہو چکا تھا۔ ستنائے کیمپ میں برانی

۱۳۶-۱۳۵

۱۳۵-۱۳۶ء کے متعلق والد ماجد مولانا
عبد الرحیم صاحب (فٹنہ) صادق پوری ۱۳۵۷ء کے ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ ان کو
دیکھ کر یہ کراہم کی یاد آ رہی ہو جاتی تھی۔

ہندستان کی اپنی سرحدیں

علاقے سے آدمی و زر پے کی آمد بہا بہا رہی تھی۔ اور ہماری فوج سے ان کی
باغیانہ خط و کتابت بھی پڑی گئی تھی۔ ان بہا بہا رہنے بڑی چور کی سی تھے
چاہتا تھا کہ ہماری چوکی دیسی سپاہ، تنوعینہ اور پتہ کی دھندلے ہندو
مہو بہا رہے۔

”بیت فی حکومت سب زیادہ دیر تک جتن لڑے گا۔ یہیں بہت
کر سکتی تھی۔ ۱۸۵۲ء کے دور میں بہا رہی ہیں ایک سہ ہندو کی بہا رہی
زیادہ راجا کی تھی۔ اسی سال ان لوگوں نے بہا رہی ہیں۔ یہاں
انہی کے ہمدرد پر حملہ کیا، جس سے بہت سی حکومت ایک فوج بھیجے۔
مجبور ہوئی۔“

”۱۸۵۲ء میں ہماری فوج کے متعدد افراد بھجیوں سے زخمی ہوئے۔
کے الزام میں ماخوذ اور منہریا سب ہوئے۔“

”میں یہاں ان زیادتیوں، کشتیوں اور قتل کے واقعات کی
تفصیل نہیں کرنا چاہتا۔ جو کچھ کہہ دیا، وہ ایک بہت بڑا
ہو گیا۔ اس پر ہم نے بہت سی فوجیں بھیجیں۔
مہادی کی قیادت کو پہلی فوج کے کشتیوں پر ہر ایک کے
کی کوشش کی۔“

سارے واقعات نے ان میں سے ایک بہت بڑا اثر کیا ہے۔

سے دی انہیں سہارا دیا ہے۔

اس واقعے کے متعلق نبی دین کے سب سے بڑے کرم فرما دینے والے کے
 پروردگار جناب راولپنڈا۔ **Revenshaw** (۱۸۷۱ء) (۱۸۷۱ء)
 اپنی مشہور ممبروں میں تشریف فرما ہیں:-

۱۔ **سید** کے رکاوٹ سے معاہدہ ہو گیا کہ ان مذہبی دلیوالوں نے
 ہر سے حمایت نہ کرے۔ وہاں انہیں پتہ چلا کہ جس کے باعث آگے
 چل کر کشتی میں شوری ہو گیا کہ سرکاری کشتی کی سرکردگی میں ان کے
 خلاف ایک مذہبی جاسے۔

۲۔ ان کے میں متنبہ صاحب کی مزید توجہ سے ملاحظہ ہو:-

ایک عمومی واقعے سے صورت حال کی نزاکت کا احساس ہو گا۔

۱۸۵۱ء اور ۱۸۵۲ء کے درمیان میں مختلف مقاموں میں سولہ

Tripeditions کی سرکاری کرنا پڑی جن میں ۳۳۰۰۰ ہزار تربیت

یافتہ فوج سے کام لیا گیا۔ اس دوران میں ستوں کی لڑائی

کوہ صحر کے مال و غنیمت میں چاروں کی روح بکھر گئی تھی۔ کچھ بکھری ہوئی

فوج سے راست گردنے کے لڑائیوں نے عقلمندی کا ثبوت دیا۔

آخری ابتلا وہ ہے کہ بیانات سے یہ اندازہ ہوا ہو کہ مجاہدین

۱۸۵۱ء - ۱۸۵۲ء میں شریک ہو کر شریک ہو کر شریک ہو کر شریک ہو کر

سے دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر

سے دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر دیکھ کر

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

طور پر چننے کے کر کے سرحد کیجئے تھے اور بیرون ہند کی مارت کی تائید کے لئے اندرون ہند میں بھی ان کا خاص نظام تھا جس کی ضروری تفصیل آگے آئے گی۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا اور سارا کام حسن و خوبی کے ساتھ چلتا رہا کہ اسی دوران میں ۱۷۵۷ء کا پڑا آشوب حادثہ پیش آیا اور گوجا ہدین ورن کے معونین

ملک ملک صاحب نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ یہ بیان اس غیرت کے ساتھ صحیح نہیں اس لئے کہ راجپوت کی نوٹہ اور مہاراج کی فوجوں میں بغاوت کی تحریک ہوئی اور

مردن والی فوج کے بچے چھ آدمی مولانا عنایت علی کے ساتھ جمع کرنا رکھی اور تھانہ میں لڑے۔ ہمارے غرض یہ ہے کہ یہاں جو فوجی حیثیت سے شہر کی قومی لڑائی سے لگے تھے ان کے ہتھیار ایک فوجی رنگ سے زیادہ غیرت نہیں دیکھا سکتی۔ اسی لئے سید صاحب کے ماننے والے ایک دینی آدمی وارث ہونے کے بعد اس سے رگ رہے۔ نوٹہ اور مردان کے ایک آیتہ مستوں میں یہاں سے راجپوت گوجا کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ تو شہر سے پہلے بھی فوجیوں میں کام کرتے تھے، جیسا کہ پہلی ویر ہتھ جوئے سے قندہ کی ایک کوشش کا ذکر آچکا ہے، جو جیابہ بن نے شہر میں راجپوتوں کے کسی دھوکے اندر کی تھی۔ دینی لڑائی شہر میں بھی جاری رہی تھی یہ شہادت دی ہے کہ راجپوتوں کی فوجوں سے جیابہ بن کو رابطہ قائم تھا (ص ۱۷۷)

شڈرڈ (Stoddard) امریکی ورعیت دوسرے بورنی موٹ نیال کرتا ہے کہ شہر کی ہندوؤں کی قومی لڑائی وہ بیوں کی دعوت کا نتیجہ تھی، اور نہ عام سامراجی اعتبار سے یہ خیال صحیح نہیں۔ سید صاحب کے متبعین اس قومی جنگ سے بائیں لگ رہے۔ ان کا یہ گمان ہے کہ وہ اور وہ اس کے تابع تھے۔ شہر کی قومی جنگ، بہت اندیا پنی کی سیاست کی پیروی کرتی تھی۔ سریندر لال نے بہت صحیح کہا ہے کہ اس بغاوت کی پیدائش فوج ہی سے ہوئی کسی دوسری سازش کا اس میں مشورہ دخل نہیں تھا (ص ۱۷۷)

ایک دہائی نام سے وابستہ ہونے کی وجہ سے اس قومی لڑائی میں غیر جانبدار
 رہے۔ کچھ کچھ پٹنہ کے مشہور مشیر تیار (M. S. Thakur) نے اور نا ائمہ
 صدوق پوری (S. D. Das) سریش پٹنہ (S. S. Das) اور دراندھان (S. S. Das) نے
 (۱۹۲۵ء) وغیرہ کو بہت دق کی (S. S. Das) اور (S. S. Das) اور
 ہرنونگ میں سرحد سے مواصلات کا سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا جس کی وجہ
 سے بنارس میں سرحدی سی آرمائش سے دوچار رہنے کے نالان واخفیظہ مولانا
 عبدالحامید صدوق پوری (S. D. Das) کے لئے رپٹ ورس مان فراہم
 کرنے والوں کے سرگرمیوں تک ورس مان کے لئے تھے۔
 (S. S. Das) کے لئے بہت سے راہ پر خستہ تھی۔ شہر سے باہر کلن وٹھا
 (S. S. Das) میں تھے۔ بہنوں کو امن نہ تھا۔ بہر کس کو بدش تھی اور
 کیوں کر ممکن تھا کہ سرحد کے پار فوج کشوں کے لئے کوئی امانت کیا جاسکتا ہے
 مسلسل نا امانی کے تحت تباہ کر دیں۔ درختوں کی کھوپڑیاں اور پتیلیں پر
 حساب منہ کی سنگت اور ہوبہ تھی۔ چاند ماہ میں منہ بہ منہ تک
 نہ پڑی۔ اجاڑتیں خون آلود ہونے لگیں۔ آب کے پاس جو کچھ بقا دے تھے۔
 آب بہرین و سرحد پر دست کر رہے۔ ورس تھی سی کی بہ ورس کے منہ
 (S. S. Das) آب آگے رہنا تھیوں کی ہنگامیاں ورس تھے ورس ہو گئے ورس
 ورس تھے ورس تھے ورس تھے ورس تھے ورس تھے ورس تھے ورس تھے
 ورس تھے ورس تھے ورس تھے ورس تھے ورس تھے ورس تھے ورس تھے

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

تلخ تھی۔ یہ وہ وقت تھا کہ اگلی دو صدیوں میں کڑی انگریز پکار اٹھی تھی۔

یہی دلیل دنا رہے کہ انگریزی نے شش سو سال پہلے سے

جینا کر لیا۔ انگریزوں کی سرکردگی میں جو پڑھ لکھنے والے بن گئے

تھا کہ وہ انگریزوں کے سامنے سر اٹھائے۔ شاید اس ہی موقع پر

جو بادشاہ کی کتاب میں آکر دیکھا جائے وہاں بہت حد تک کشید ہوئی۔

کچھ دیکھنے والے تھے کہ انگریزوں کی کتابیں نہ کھلیں۔

راستہ ہی میں بنی کے قدم پڑا تو آبل بول پڑا۔ انگریزوں کے

نہایت مذکورہ حد تک انگریزوں کے سامنے آئے ہیں۔

گرا اس صبر و استقامت کے کہ انگریزوں کے سامنے

رہے۔ انگریزوں کے فینکس کی کتابیں سے زبان کر رہے ہیں۔

وہ فینکس انگریزوں کے سامنے آئے۔ انگریزوں کے

جنت احمد کو رخصت کی۔

انگریزوں کے سامنے آئے۔ انگریزوں کے سامنے

انگریزوں کے سامنے آئے۔ انگریزوں کے سامنے

انگریزوں کے سامنے آئے۔ انگریزوں کے سامنے

انگریزوں کے سامنے آئے۔ انگریزوں کے سامنے

انگریزوں کے سامنے آئے۔ انگریزوں کے سامنے

انگریزوں کے سامنے آئے۔ انگریزوں کے سامنے

Wahabi Print

مومن و عابدان سے دلت پوری (مولو و گھٹ) بکنا و زیا و نہاؤں خیر پر آتا ہے
 یہ سب سب سے اپنے والد و بیوی کے ساتھ ہوتا تھا۔ ان میں مشہور و نامور رہے۔ لیکن
 ان پر رگزار کے لئے ملک و وہ بکیتیہ۔ یہ سب سب کے لئے ہوا۔ جو بکیتیہ جنہوں نے
 یہ سب سب کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔
 انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔
 انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔

یہ سب سب کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔
 انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔
 انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔
 انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔

یہ سب سب کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔
 انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔
 انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔
 انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔

یہ سب سب کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔
 انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔
 انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔
 انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔ انہوں نے بکیتیہ کے لئے ہوا۔

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

اور اس کی پارٹی کو پارٹیوں میں بٹکا دیا گیا۔

ہنٹر نے ثابت معمول شمشیر کی مہم کا بالکل سرسری تذکرہ کیا ہے
 "لیکن شمشیر میں انہوں نے کوئی کمال سہارے نہ دیا تھا۔
 گوثر کی فوج اس کی دست نرائی اور پختہ رقبہ اس کے ساتھ اور ان کی جرات
 اس حد تک بڑھ گئی کہ اپنی مقررہ رقبہ کی بجائے کچھ زیادہ شمشیر کے وصول کرنے
 (Collecting their Black Mail) کے لئے انہوں نے

برٹنوی حکم سے مدد طلب کی۔ اور بارے ان کے رہائشی دیوہ دایری سے
 انہوں نے انٹرنٹ ہو رہے۔ Here اس سٹیٹ کیشنٹ جیسے پر
 شہنشاہ ارا جہنشاہ سے اپنی جانتی ہے۔ سب ان کے لئے رہا رہا
 "یہ جہاز نہیں تھی۔ اور سرمدی کاٹن (Midney Cotton) پیر
 کی ایک فوج کے کرپٹڈوں میں داخل ہو۔

یہ ان متعذر دلہنوں میں سے ایک کا ذکر تھا جو جنوبی ایشیا
 Felicie Camp نے صرف میں بریا کی۔ میں اس کے سرسری ذکر کے
 گزریا چاہتا ہوں۔ — ختم یہ کہ کچھ مشکل کے بعد ہر رات سپاہ کے
 باغیوں کے حلیوں کی بستیوں میں گنگا دیو، دو اہم فوجی اراکین
 اور باغیوں کی سہارا والی چھاؤنی یکسر تباہ کر دی۔

A General Report on Yusufzai

دیوین سہارن۔

مشہور راکوٹ (۱۲۲۶ھ) سے لے کر مولانا ولایت علی کے
 سرحد پہنچنے تک (۱۲۶۹ھ) جو بے عزیم اور ذہن کے بگڑے مجاہد سرحد
 میں جہاد کا علم بلند کئے رہے، ان کی مفصل سہ گزشت مرتب طور پر نہیں
 ملتی۔ اسی لئے مختلف امراء کی ترتیب اور ان کے زمانہ امارت کی
 تعیین ذرا دشوار ہے۔ ایک صاحبِ علم نے ان امراء کی ترتیب
 اس طرح بتائی ہے۔

شیخ ولی محمد پٹیل، مولوی انیسر الدین دہلوی، حاجی سید عبدالرحیم
 سورتی، مولانا حدیث علی، پیران کے بعد مولانا ربیع علی۔

جیمس اوکنلے (James O'Kane) جو ۱۸۷۱ء کے
 مقدمہ سازش میں سرکار کی طرف سے پیر وکا رتھا اور راونشا اور رہنمائی
 بہ نسبت جماعت کے افکار و عقائد سے گہری واقفیت رکھتا ہے، (جو
 اس کے بیانات بھی فاضلین سے خالی نہیں) اس سلسلے میں یوں
 رقمطراز ہے:-

”جس وقت سید صاحب کو باماگوٹ میں شکست ہوئی۔ مولوی قاسم
 ایک در کے سلسلے میں مظفر آباد گئے ہوئے تھے۔ شہزادہ رتھا سے یہ ہمہ ختم
 ہو گئی۔ اور جو سپاہی جنگ سے برگ گئے تھے، مولوی قاسم نے انہیں
 جمع کیا۔ اور انہیں لے کر یہ سیمانہ روانہ ہوئے۔ انہیں کے ساتھ سید
 صاحب کے اہل خاندان بھی تھے۔ یہ تینوں سید صاحب کے مخالف دست

ہندستان کے پہلے مسلمان حکمران

سید اکبر شاہ کی ملکیت تھا۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں
 (جنہیں) میں قیام کریں۔ اس کی زمینیں میں لکھنؤ اور کھنڈا بکوں میں رہتے رہتے
 سید صاحب کی شہر دہلی کے نزدیک ایک شہر کی انتظامیہ میں شہر کی
 ہندوستانی قلعہ کے ذمہ دار رہے۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں
 میں لکھنؤ اور کھنڈا بکوں میں رہتے رہتے۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں
 میں لکھنؤ اور کھنڈا بکوں میں رہتے رہتے۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں

لکھنؤ اور کھنڈا بکوں میں رہتے رہتے۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں
 میں لکھنؤ اور کھنڈا بکوں میں رہتے رہتے۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں
 میں لکھنؤ اور کھنڈا بکوں میں رہتے رہتے۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں
 میں لکھنؤ اور کھنڈا بکوں میں رہتے رہتے۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں
 میں لکھنؤ اور کھنڈا بکوں میں رہتے رہتے۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں

اس کا ایک حصہ ہندو ہند کی راجہ کی ملکیت میں تھا۔ دوسری شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں
 بیان کی تردید یا توفیق سے قیام ہے۔

سید اکبر شاہ کی ملکیت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں
 میں لکھنؤ اور کھنڈا بکوں میں رہتے رہتے۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں
 میں لکھنؤ اور کھنڈا بکوں میں رہتے رہتے۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں
 میں لکھنؤ اور کھنڈا بکوں میں رہتے رہتے۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں
 میں لکھنؤ اور کھنڈا بکوں میں رہتے رہتے۔ مرزا لڑاکا کی شہریت میں شیعہ بنوا کر جو زمینیں

فوج کے ساتھ ہندوستان میں رہے، بہتہ سیدھا حسبِ کائنات لوٹکے واپس گیا۔
 معاہدہ یہ ہوتا ہے کہ رنجیت سنگھ اور سکھوں کے خطرے کے باعث امداد
 سندھ کے انھیں روک رکھی تھی۔ بہڑوں وجہ کچھ یوں ہوئے نصیر الدین شکارپوری
 رو گئے اور پاٹھوں میں رہ کر جہاد کا ارادہ ترک کر دیا۔ رفتہ رفتہ آدمی
 بڑھتے۔ ہندوستان سے سرمایہ اور رنگروٹ آنے لگے؛ لیکن مولوی امجد علی نے
 جنبش مذکی، اور ہزارہ پر ایک معمولی حملہ کے سوا انھوں نے سکھوں سے کوئی
 جنگ نہ کی۔ لیکن آخر وقت گیا۔ لڑو کس اینڈ لے شاہ شجاع کو زبردستی جہاد کا
 بادشاہ بنانا پڑا۔ دوست محمد نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان
 کر دیا۔ وہ بابیوں سے شرکت کی درخواست کی۔ نصیر الدین مدد دینے پر
 ناکل گئے، مگر دوسرے مولوی تیار نہیں گئے اور لوٹ آئے۔ کوئی ایک ہزار
 آدمی لے کر یہ کابل کی طرف بڑھے اور آدر کے قریب خیمہ زن ہو کر قلعہ
 سمونتنسب، آدمپور کو آئیہ کی امداد کے لئے بھیجا۔ یہ غزنی کی حفاظت پر
 متعین کئے گئے۔ اور حبیب گیلزری فوج نے قلعہ پر حملہ کیا، در قلعہ آوے۔
 ہوائی، تو یہ لوگ بالکل تباہ ہو گئے۔ کابل پر بھی قلعہ ہو گیا۔ اور بدول
 وہابی بڑے بڑے گئے اور ہندستان و بنگال کو لوٹ آئے۔

سطحِ ارض کا یہ قیاس بالکل غلط ہے۔

سے دیکھئے کہ مقالہ The Wahabis in India مندرجہ ذیل ہے

۱۸۷۰ء

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

غزنی کے سادات میں بیدین کی شرکت کا ذکر منظر نے بھی کیا ہے :-
 "گو ان کا تعلق زیادہ تر سکھ آبادیوں پر ہوتا تھا، لیکن وہ بے دین انگریزوں
 کسی جے کے موقع کو بہت غنیمت خیال کرتے تھے۔ جنگ کابل میں بہت سے
 دشمن کی مدد کے لئے اس وقت ایک شبوطافوج بھی اور ان کے ایک ہزار
 آدمی ہمارے مقابلہ میں آخروں تک ڈٹے رہے۔ سہ وقت غزنی کی فتح میں
 تین سو نفوس نے برہمنوں کی شہادت لاش کرنے کی سعادت
 حاصل کی۔"

سقوط غزنی کے بعد مولوی شبیر الدین مرحوم پار پیچ گئے، لیکن وہ کب
 اس باب میں خاموش ہے۔ وہ مدت مولوی قاسم کی ایسی کا ذکر کرتے ہیں
 اور ساتھ ساتھ وہ تمام داستان بھی سنا کرتے ہیں، جو عقبہ و عبیدت کے ساتھ
 کے سلسلے میں مولوی قاسم کی طرف منسوب ہیں۔ منظر نے بھی اس کا ذکر کیا
 ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مولوی قاسم سے یہ کمزوری رونما ہوئی ہو۔ بہت
 مدت پہلے اس سے بحث نہیں۔

ذکر یہ تھا کہ مولوی شبیر الدین دہلوی مرحوم پار پیچ گئے۔ وہ یہ زمانہ
 ساتھی (جن کی تعداد تین سو کے قریب ہوگی) ساتھ نہ رہ پڑے۔ یہ
 لوگ کراچی، لاہور، پٹنہ اور غالب ہندستان سے مولوی شبیر کے
 شروع ہوئی تھیں اور مولانا ابیت علی امیہ جو عمت سے تھے، ان کے

ہو گیا تھا۔

ایک نگرینہ صنعت کے بیان کے مطابق یہ لوگ مولوی غیور الدین کی قیادت میں تین برس تک خاموش رہے مجاہدین کے ایک وفد کو مسارہ (Marsah) نامی گاؤں والوں نے لوٹ لیا، تو یہ لوگ حرکت میں آئے اور اس گاؤں پر زلہانی تاخت کی اور کافی مال و اسباب چھین لئے۔ جانیں بھی تلف ہوئیں۔ اس سے یوسف زئی والے (جو مجاہدین کے بہرہ ور تھے) دشمن ہو گئے اور ان غریبوں پر حملہ کر دیا۔ بیچاروں کو سخت نقصان پہنچا اور ان کی تعداد صرف ستر اسی کے ننگ بنگ رہ گئی مولوی غیور الدین شہید ہوئے۔

اس واقعے کے بعد مجاہدین دہان کی مختلف بستیوں سے سمت کر پشاور روانہ

A General Report on Yusufzai

مولوی غیور الدین کی شہادت اور اس وقت کے ذکر تک کسی رسائی یا غیر رسائی کی کتاب یا پورے میں نشر و تفریق کی ضروریات کی کارروائیوں اور دہشت میں مولوی غیور الدین کا ذکر آتا ہے۔ گویا وہ دہان سے حذف ہو جاتے ہیں۔ اور میرادل دہلی سے گریو دہان دہان کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ اسے قرین قیاس ہی سے کہہ سکتے ہیں۔ کتاب سلسلہ میں آج بھی ہے۔ اور صنعت فٹ جس ڈکٹر تھا۔

شہادت کے نتیجے میں بھی نہ معلوم ہو سکی۔ مگر قرین قیاس یہ ہے کہ ان کی شہادت کے بعد یہ واقعہ ہر کسی کے ایک صاحب غلام کی روایت سے کہ سلسلہ میں دریا کے سندھ کے لغیان ستانہ کے ساتھ مولوی غیور الدین صاحب کی قبر بھی بہانہ گئی۔

ہندستان کی پولی سلامی تحریک

میں میرا والد علی سورج گدھی مونگیری کی قیادت میں شریعت جمعیٹ - یعنی وہ زمانہ ہے، جب سید فضل الرحمن شاہ رئیس کاغان راجہ گرب سنگ دیوانی کشمیر سے برسرِ کار تھے اور اس کے رخنہ ست پر مولانا عنایت علی قرہ حسب غازی شیخ قندہار علی ایک جو محنت کے ساتھ بہار سے نشہ لینا لگے۔ ساتھ ساتھ وہ راجہ جی سنگھ تین سو افراد پر مشتمل بیوگی - یہ لوگ پنج پانچ وز پرچہ کا منتہی ٹوہراں میں پکلیاں (نٹالے ہزارہ) تک پہنچے۔ جہاں میرا والد علی کی قیادت میں استبداد سے لڑنے لگے۔ اور مولوی عنایت علی صاحبِ کتب کی سہ کر دین میں بیاد ہوئی رہی۔ مولانا ورت سے جب موقع جہاد برپا ہوا۔ تو پھر بہار کی ذمہ داریاں بھی انہیں نے سنبھال لیں۔ (۱۸۵۶ء) کے بعد گورنمنٹ نے انگریزوں سے صلح کر لی، جو اہلین کا قتل و مہم ہو۔ ادا کی پوری فوج انگریزوں کی حراست میں آگئی۔ روپیہ ہرق ست کر دیئے گئے۔ مولانا ورت علی در مولانا عنایت علی حراست میں بیٹھ کر بیٹھے۔ لیکن مجاہدین کو ایک جتن میرا والد علی کی قیادت میں یہ ستم خانہ پہنچ گیا۔ یہ جتن ستم خانہ میں کچھ عرصہ تک خاموش رہا۔ ان کے گورنمنٹ کی دوبارہ سرحد پہنچ گئے۔ اور میرا والد علی نے پھر قیادت ان کے سپرد کر دی۔ یہ میرا والد علی کی قیادت کا آخری دور تھا۔ جو تقریباً تین یا دو سال رہا۔ اس کے بعد مولانا عنایت علی دران کی وفات (۱۸۵۶ء) کے بعد ۱۸۵۶ء تک مولانا عنایت علی امیر الجہاد رہے۔ غالب میرا والد علی کی سی

دور میں اس کی بنیادیں ڈال دی گئیں۔ یہ سب کچھ مقدمہ سازش، پٹہ نہ
سٹاپ کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔

مفتی اعظم نے اس کی تردید کی۔ ان کے بعد مولوی نور احمد میرپور کے
نائب مولوی محمد رفیع صاحب نے اس کی تردید کی۔ ان کے بعد مولوی محمد رفیع صاحب نے اس کی تردید کی۔
پھر مولوی محمد رفیع صاحب نے اس کی تردید کی۔ ان کے بعد مولوی محمد رفیع صاحب نے اس کی تردید کی۔
پھر مولوی محمد رفیع صاحب نے اس کی تردید کی۔ ان کے بعد مولوی محمد رفیع صاحب نے اس کی تردید کی۔
پھر مولوی محمد رفیع صاحب نے اس کی تردید کی۔ ان کے بعد مولوی محمد رفیع صاحب نے اس کی تردید کی۔
پھر مولوی محمد رفیع صاحب نے اس کی تردید کی۔ ان کے بعد مولوی محمد رفیع صاحب نے اس کی تردید کی۔

سب سے پہلی نعرہ - ملت

ملت کا یہ نعرہ - بڑی بڑی بات ہے، جس کا نہ ملے اس کو پروا ہے۔ یہ چارہ سرت ہزار
فٹ بلند ہوئی۔ سب سے پہلی نعرہ یہ ہے کہ ملت کا یہ نعرہ ہے۔
گڑی شے کو کہیں نہیں - شیعہ فقط تادمہ ماہ از ریشی ہو۔

یہ نعرہ اس وقت سہولت کی سیاست تھا۔ جہاں وہ سنی نہ کی بہادری کے بعد چھٹے گئے۔ یہ
ستارہ سے نہ انہیں کے دعوے پر تھے۔ پشیمت یا بدین بھی ان کے ساتھ ہی بنے گئے تھے۔
مولانا محمد رفیع صاحب نے اس کے بعد اسے کبھی یاد کر دیا گیا۔ جب کہ ذکر
آتا ہے۔ اس کے بعد اس وقت منتشر ہوئے اور مجاہدین بگڑ گئے۔

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

شمالی ہندستان میں اقلیتوں اور قلعہ بندیوں کا بازار گرم ہوا اور سازشیں
پہنچنے لگیں۔ دیر سے چھوٹے بڑے گروہوں کی تحریکوں کا آغاز ہوا۔
مہاراجا انگریزوں سے متعلقہ ہونے کی وجہ سے

اس مختصر سی کتاب میں ان تمام حالات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔
مشکل سببوں پر مبنی اور ان کے وقت کی صورت حال کو مد نظر رکھ کر۔
موریاں اور ان کے پیروں کی تحریکوں کا بیان کیا گیا ہے۔
میں یہ بھی قزاقی اور دیگر گروہوں کی تحریکوں کا بیان کیا گیا ہے۔
کے۔ "تیسریوں کو انداز میں دیکھ کر ان کے بارے میں پتہ چلا۔

"تیسریوں کی دوسریوں کے بارے میں پتہ چلا۔
پہلیوں کی دوسریوں کے بارے میں پتہ چلا۔
میں یہ بھی قزاقی اور دیگر گروہوں کی تحریکوں کا بیان کیا گیا ہے۔
کے۔ "تیسریوں کو انداز میں دیکھ کر ان کے بارے میں پتہ چلا۔

اس کے باوجود دوسری قیادتوں نے ہندوؤں کی تحریکوں کے
کے سبب میں کی۔ اور ان کے پیروں کی تحریکوں کا بیان کیا گیا ہے۔
کے سبب میں کی۔ اور ان کے پیروں کی تحریکوں کا بیان کیا گیا ہے۔
کے سبب میں کی۔ اور ان کے پیروں کی تحریکوں کا بیان کیا گیا ہے۔
کے سبب میں کی۔ اور ان کے پیروں کی تحریکوں کا بیان کیا گیا ہے۔

اور جب تک یہ ہماری مدد پر مستقل خطرو کا باعث بنے رہیں گے۔
 ”اس وقت کوئی جنگی اہم کاری کرنا ممکن نہیں تھا۔ لیکن پھر
 کچھ عرصے کے بعد سب دستور پرانی صورتوں کے اندر
 اڑت و بھارتی گری میں مشغول پاتے ہیں۔

اسی دن جوئی میں انہوں نے دیرہ دیوہ کے ساتھ سہ ماہی
 کی چھوٹی پٹری پر رہا۔ دربار سے حلیف سہ ماہی کو
 تہذیب و تمدن پر چارہ لگے۔ اس یاس کے قبائل نے پھر مذہبی
 دیوانی کے لئے اپنی وفاداری کی بحیثیت چارہ دی اور پھر
 مہاراجہ کے ذریعہ برہمنوں کو کیا۔ باغیوں کی نوآبادی کا ایک
 مہتمم پھر برہمنوں کو کیا۔ مہتمم پھر برہمنوں کو کیا۔
 کی ایک بہت بڑی فوج کے ذریعے پر چڑھائی اور ہماری رستہ
 جس نے والی فوج کے کیمپ پر خون مار کر انہوں نے قتل
 جب یہ سب کچھ دیکھا۔

یہ سب سب کے جنگ ابھی کی تھی۔ مہتمم پھر اس کے
 بہت بڑے لشکر کے ساتھ آیا۔ یہاں یہ دیکھا کہ مہتمم پھر

مہتمم پھر مہتمم پھر
 مہتمم پھر مہتمم پھر

عبداللہ کے امیر بنے ہیں حارث بن ابی سفیان۔

منہٹر کے بیانات تو بہت اس مبالغہ سے خالی نہیں۔ سب سے حال کی
صحیح واقفیت کے لئے ایک دو مہرے واقف کار انگریزوں نے درجہ ذیل
بیان کافی ہوگا۔ یہ کسی خدمت کے سلسلے میں ۱۸۶۷ء کے ایک پگتہ میں
غایت میں موجود تھا اور اس کے بیانات بھی ایک حد تک سبب غلط اور
ظن و تخمین سے خالی ہوتے ہیں۔

[illegible]

معبر الیہ السلام
 نبی یدین اور گمراہوں کی تباہی و بربادی
 درود الہیہ کی اثر کی بڑی اہمیت ہے
 ہے۔ برطانوی افہور نے بڑے ضخیم کے ساتھ چرچائی کی ہے۔ مگر یہ ہے
 کہ انھیں اپنی تہذیب و تمدن کا نام دیا ہے۔ اسی لئے ان کے دور و زمانہ
 کی تعداد و سامان جنگ کے متعلق طرح طرح کی مبالغہ آرائیاں کی گئی ہیں
 لیتے ہیں۔ مثلاً کہ ان کے ہتھیار تھکے ہوئے تھے۔

”۱۸۵۷ء کی مہم نے بڑے نقصان کے بعد ہمیں یہ سبق دیا کہ جہادوں کی
چھوٹی ٹہنی کے خلاف معرکہ آرائی کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ دنیا کی بہترین جنگجو
قوموں کے ۵۳ ہزار افراد سے بڑائی مول لی جائے۔“

گوہنٹر صاحب نے اپنے بیان کی تائید میں سرکاری رکارڈ کا حوالہ
دیا۔ یہ ہے کہ پھر بھی یہ بیان حذرِ حرجہ بمبالغہ آمیز ہے۔ اگر سرکاری حریف فوج
۵۳۰۰۰ یا ۶۰۰۰۰ ہوتی، اور وہ بھی بقول گوہنٹر صاحب دنیا کی بہترین جنگجو
قوموں کی، تو جنرل جیمز لین سٹات ہزار کی مختلف فوج لے کر سدا کی جرات
کس طرح کرتے؟

یہ ساری داستان سرائی اس سے کی گئی ہے کہ انبیا کی گئی چڑھائی
”مذمت نامہ“ ریا اور وہ خود بھی بڑی طرح زخمی ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ ٹہنے کی اسکیمن نامہ رہی۔ اصلی تیہاں یہ ٹہنے کی
کے ذریعے ناگہانی حملہ کر کے سامنے کی وادی پر قبضہ کر لیا جائے۔

امپریل گورنمنٹ کا حکم تھا کہ تھانہ فوجی نقل و حرکت دارنومہ تک
ختم ہو جائے اور تیہاں ہمارے نوٹیر تک ہر رکی فوج اس کے پڑھنے سے روک دی جائے۔
”یہ بات تو سچ ہے۔“ سب کے ہانگیوں ورنہ گزینیوں کی ایک نوآبادی
اندرون ملک کے بغاوت پسند اور نامہ بھی دیوالوں کی مدد کے ساتھ

اور تعصب و جنون کے جو شر میں کھلم کھلا مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے۔ سن
 یہ بات ذرا مشکل سے سمجھ میں آتی ہے کہ ایک مذہب اور آپ بڑیٹ
 لشکر کے مقابلہ میں بڑی گنجائش کے لئے کس طرح جسے رہتے ہیں۔
 اس کی توضیح کے لئے اس عداوت کی جغرافیائی پوزیشن سے واقفیت حاصل
 کرنا ضروری ہے۔

اب اس معاملے کی کچھ تفصیلات یہ ہیں:

۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جنرل مہر چریم پنڈت
 Sir Kewall

Chamberlain کی سرکردگی میں سات ہزار برہمنی سپاہیوں کا قافلہ
 اور دوسرے سامان اٹل و نقل سے آراستہ وہاں پہنچے۔ یہاں پر روٹ نہ ہوتی تھی۔
 اور اس کی وجہ سے رات کو صرف اس فوج کے آرم و اسلحہ کی حفاظت پر
 پنجاب کا قانون ہوس بیا گیا تھا۔

دوسری شام کو ایک دستہ اسپید کی گولیوں سے ہتھیار کی۔ یہاں
 پشت پرکاشی سپاہ اور توپ خانے تھے۔ اور یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ
 فوج کی مدد سے تنہا ہی نظام موجود تھا۔ اس کے ۲۰ کروڑ جنرل نے
 محسوس کیا کہ قبائل کی دوستی پر اسے اعتماد نہ تھا، وہ ڈر وال ہو
 ہیں۔ اور دو روز بعد اس نے حکومت کو بتا دیا کہ فوج میں کوئی بغاوت
 بغیر رک کی ہے۔ ۲۳ کروڑ قبائل نے اپنی وفقت کا اعلان کر دیا۔ اور چند

و ان بعد بدعات کے مذہبی بیڈرنے بھی دشمن کے ساتھ اپنی رفاقت کا عہد کر دیا۔ اس دوران میں سرحد سے حکومت بمک کے لئے تار پتہ ریلوں ہونے لگے۔ فیروز پور راجپوت کا ایک دستہ روانہ ہوا۔ ایک دوسرے پیادہ دستہ نے بٹاؤر سے کچھ کاخ کیا۔ سب لکھٹ اور لاہور سے بھی بمک روانہ ہوئی۔ تین ہفتوں کے اندر پنجاب کی چکیاں سپاہ سے اس طرح خالی ہو گئیں کہ میاں میر کا کمانڈنگ افسر مشن سے چوبیس سنگینوں کی ساری پیش کر سکا۔

ادھر قبائل پہری مختصر میں فوج کو گھیرے جا رہے تھے۔ آگے بڑھنا ممکن نہیں تھا۔ پچیس ہٹن شکست سے بچی بدتر بدلتے۔ پہری اس پوزیشن کے ان لوگوں نے خوب فائدہ اٹھایا، جو پہاڑی لڑائیوں میں آگے، سول میں پس کر جانے پڑے ہیں۔

ایک ایک دن کی تاحید دشمنوں کی میدانوں اور محینو نامہ جوش میں غارتگری رہی تھی۔ بمک کے باوجود ہمارے جرنل کے لئے آگے بڑھنا ناممکن تھا۔ ہفتوں تک سب معدوم ہوتا تھا کہ برطانوی فوج مرہوبہ ہو کر رد کے اندر دی گئی تھی اور وہی چیر : Chumla ہیں بڑھتے ہوئے نہ نہیں کہتی۔ اس میں آجوت کے قبائل کے ہاتھ سے

حقیقت یہ ہے کہ یہ مہم نہ کامیاب ہو چکی تھی اور بجائے اس کے کہ کھلے میدان میں لڑائیاں ہوتیں، جن میں مذہب [۵] لڑائی کے تمام ذرائع کا کام لے سکتے، ہمیں ایک بڑے پناہی غارت میں مدافعت نہ تدبیریں کرنی پڑیں۔ سی رور پٹیاب گورنمنٹ نے درخواست کی کہ ۱۵ آدمیوں کا ایک اور دستہ بھیج دیا جائے۔ ادھر جنرل جیمز لین کا ۱۹ رٹائیچ کو ایک تار ملا جس سے یہ خبر شہر میں پھیل گئی کہ یہ ملک بجا از وقت نہ ثابت ہوگا۔

”اگر دشمن نے زور و شور سے ہم پر حملہ کیا اور ہماری ایک چوکی پر قبضہ ہو گیا۔ افسروں کے علاوہ ہمارے کل ۱۱۲ آدمی مقتول اور جبروت ہوئے اور ہمیں تپے بھٹنا پڑا۔ دوسرے دن غنیم نے ایک اور چوکی پر قبضہ کر لیا، جسے پھر ایک نو ستریز لڑائی کے بعد واپس لے لیا گیا۔ لیکن اس کی قیمت گراں پڑی۔ افسروں کے علاوہ ۱۲۸ آدمی ہمارے گئے یا بالکل تارکار ہو گئے۔“

اور پھر تک نمانت تھی خراب ہو چکی تھی کہ جنرل نے تار دیاب فوجیوں کو پورا دینہ دن رات سخت محنت کرنا پڑی ہے۔ تازہ دم دشمنوں کا اتھان کے ساتھ مقابلہ کرنا جو مسلہ شکن ہے، ہمیں کمک کی بڑی ضرورت ہے۔ ہمارے لئے دشمن کے حملوں کا مقابلہ کرنا اور زخمیوں کو واپس بھیجنا بدست مشکل ہو گیا ہے۔ اگر تازہ دم فوج تار دیاب اور

ہندستان کی پہلی اسلامی تاریخ

زخم خوردہ دستوں کی جگہ لے سکے، تو ان دستوں کو میدان میں بھیج کر ان سے امداد کا کام لیا جاسکتا ہے۔ یہ شہر ضروری ہے۔

یہ تفصیلات ہنر کی کتاب سے لی گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ بہت ممکن ہے کہ ان میں کچھ مبالغہ بھی ہو۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ ملک کا کیسہ میں نہ کہ رنج و غم کا کامی ہوئی اور برطانوی فوج کا کچھ نقصان ہوا۔ اس کی تائید مولوی محمد عیسیٰ صاحب نقشبندی (اسیرِ اندامان) کے ایک قول سے بیان سے بھی ہوتی ہے، جو ان کی کتاب "تاریخ پنجاب میں ننھی لہور پر آج ہے۔"

"آخر سال ۱۸۶۳ء مطابق ۱۲۸۰ھ میں غزنی پر ہندو فوجوں نے حملہ کیا۔"

کی زبردستی سے ایک جنگ عظیم ختم ہوئی۔ جن میں سیمہ بن مراد سب اس جنگ کے پہلے مارے گئے۔ اہل غزنی کی لڑائی میں جاکر فوج سے کچھ بہت کمزور ہوئی۔ مارا [۹] کی مدافعت بھی کے سبب سے خود سوت ہوئی۔ بھی بغیر نشت اہل قندہار یعنی مہاراجا اپنی بہت سے مددگاروں کو ساتھ لے کر شمال جنگ ہو گیا۔ لیکن افغان چاروں طرف سے اپنے ہی دے واسطے مقابلہ کر رہے۔ پڑھت پڑے۔ سخت جنگ ہوئے گئے۔ لیکن خود "جنرل جمیل لین" صاحب مجروح شدید ہوئے۔ قریب سات سو کے کشت و خون کی ذمہ داری۔ تو پنجاب کی چھاؤنیوں سے فوج بھیج کر سرحد پر گئی۔ ادھر یہ گریا گری تھی۔ ادھر لڑ رہے تھے۔ حسب و سہارے۔

سال ۱۲۸۰ھ ۱۸ جون سنہ ۵۔ ۵ جون سنہ ۱۲۸۰ھ

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

چنگ کے پڑ پڑی اس برکت و زبردستی جیسے چھاپڑ پر نام ہو کر یک ہی
میرے

سب انگریزی فوج بڑھ جی زبردستی سے اپنی عملداری کے باہر
یا غرض ان غیر بری میں چڑھ کر کے گئے گئے تو سارا ملک یا غرض
مع انہند سوات نصرت کے سرکار سے بڑھ گیا۔ اور درہ اہیل پر سخت
لڑائیاں ہوئیں اگر اکیسوں روپے رشوت دے کر ان بڑے ہوئے
افغانوں کو نہ بھی نہ کیا جاتا۔ ایک آدمی ہی فوج انگریزی کا واپس نہ آتا۔
یہی پڑ پڑی بات ہے کہ جب کوئی کسی غیر ملک میں اپنی حد سے
باہر زبردستی نہ لے جاتا کہ پتہ اس ملک و ست اپنے ہی کو ضرور متبادل
کریں گے۔ اس سبب سے اس فتنوں و زبردستی کے چنگ میں سرکار کا
بہت نقصان ہوا۔

اکیسوں روپے رشوت دے کر افغانوں کو برٹش کرنے کی تعمیل خود
کے کر کے تہ جہان ڈاکٹر جیل کی زبانی منیٹ۔ تو یہ بات۔ یہ جیل بھی نہیں موقوف
کیا بچکے کہ ان مجاہدین و شہداء کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ وہ
بر بار دھوکے لگاتے۔ باوجود خونین پر خوراک کے جس طرح خود
یہ شہید و شہداء کے قتل و فریقوں سے یہ چوک بولنے کا انہوں نے افغانی
قبائل کی توحید و صدائے کبر شہنشاہ اور اس کے نتائج کا انتظار کیا
ہوا۔

بغیر ان کے علاقے کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا، اسی طرح ان کے ماننے والوں
 نے یہ غلطی کی کہ پہلے خود ہندستان کے اندر فکری و عملی انقلاب کی دعوت دینے
 کے بجائے ترقی پر جبار غلبہ ذرائع سے غلطی تحریک کو پروان چڑھانے کی کوشش
 کی۔ ہمارے نزدیک دین کی تجدید و اقامت کے لئے ایک عملی مہم کی
 عمومی دعوت، اصلاح اور فکری و اخلاقی انقلاب کی مدد تحریک اور
 ان کے روابط کی تعمیر و پیدائش کو ہر شے پر ترجیح دینا چاہئے۔ اور ان کے لئے
 صحیح مقام ہر جہاں نہیں، ہندوستان کے شہر اور دیہات ہیں۔ بہر حال
 تحریک کی ناکامی کے اسباب بہت آگے چل کر پھر کھیں گے۔ یہاں جنم
 اہلیا کے تہذیب و ثقافت کی داستان پر خطہ ہندوستان میں حسبِ راوی پر
 نہیں جو کہ ہماری پیادہ سے نہ ہو سکا، وہ ہماری ٹیبلٹ میں کر
 دیا گیا۔ سرحدی قبائل کا اتحاد و الزام ڈول ہوتا ہے۔ ۵۰۰ نومبر کو
 ایشور کے شہر نے بنیر کے بعض قبیلوں کو الگ کر لیا۔ ان کے علاقوں دو
 ہزار کے ایک اور دستے کو گھر جانے پر راضی کر لیا۔ نیز قصرت کا مدور
 اپنے غماص ماننے والوں کو منتشر کرنے پر راضی کر لیا گیا۔ بہت سے چھوٹے
 چھوٹے سردار اس برکشتی کو بجانبِ کرخود علیحدہ ہو گئے اور جانشینوں نے
 باقی ماندہ لوگوں کے درمیان بے اعتدالی کا بیج لگائے۔ اردسمیر تک بے
 اعتدالی کا رنگ نکلا۔ اردسمیر کو قبائل بنیر کا بڑا جرگہ کشنر کے پاس آیا
 لیکن کشنر نے نہ مانا۔ اسلئے ہنر کی کتاب پر رد و فریب کا بیج چھوڑ دیا۔

توں۔ واپسی میں ایک فوٹو کی بھی اضافہ درست نہ پڑی۔

اسی اہم بیباک کے متعلق ایک اور بیان درج ہے۔ سید محمد اسلمت
جنہیں سید تہیہ اور ان کی جماعت سے خاص طور پر تعلق ہے۔
اپنی کتاب تائیدِ نبیؐ میں لکھتے ہیں :-

”مجاہدین تہیہ کے خلاف فوجی اقدام اہم بیباک کے نام سے موسوم
ہے۔ اس کا قیام جنرل نیوٹی چیمبرلین نے کیا۔ مجاہدین نے اس کے پاس
بڑے اعداد میں جمع ہوئے۔ اس پاتر کے شہولی و نمب ہوا۔ ریاضے
سندھ کو دریائے گھاٹی سے جدا کرتا ہے، ان کی دست بستہ
اور دست بستہ مانی۔ یہ معرکہ میں خود جنرل اسلمت نے بھی حصہ لیا۔
پھر کنگ پرنس آئی۔ اور جنرل کریک کے انھیں روکے۔ خود اسلمت
دین اور دشمن آقا، یہ ایک سلمان کی تصویر پر چھپا کر بھجوا کر ...
مجاہدین کا مرکز سبقت کے بعد نذر آتش کر دیا گیا۔ اور ...

اس اہم بیباک کے سلسلے میں ایک بات بھی یادنی ہے۔ یہ کہ
نا کام رہی۔ اور نہ وہ چہرہ دہدی سے باوجود دونوں سید شہید ہوئے۔
کی بہ نسبت زندہ رہ گئی۔ تو سرکار انگریزی نے ہمیشہ سید محمد اسلمت
دین شہید کو نا عیب سمجھا۔ کے ذریعہ اسلمت چاہی۔ جو ان دنوں
میں منتظر منظر ہے۔

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

کیا گیا کہ بعض ایسے قبیلے جن پر ہم نے کوئی زیادتی کی تھی اور ان کے علاقے میں کوئی مداخلت کی تھی، ہماری چوکی پر حملہ کرنے کے بعد اس طرح تنہا روں اور جھنڈوں کے ساتھ ہمارے علاقے میں آگئے تھے اور ہمارے بعض وہی توں کو جلا دیا تھا، لہذا اب ان کی سرکوبی ضروری ہو گئی ہے۔

برطانوی حکومت جسے بہت پریشان کیا جا چکا ہے، اب زیادہ برداشت نہیں کر سکتی اور اب آپ لوگوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا جواب دیں۔

جنگ شروع ہوئی۔ اور برطانوی اقدام شروع ہوا۔ مگر ان تجربوں کی روشنی میں دوسرے ڈھنگ پر۔ اب کے پہلی سب کی فوجیں چھ ہتھیار کمزور

نہیں کی گئیں۔ بلکہ شمال مغربی صوبوں کے موجودہ صوبہ جیت متحہ کے فوجیں منگوائی گئیں۔ اس شرط کے ساتھ چھ سات ہزار باقاعدہ فوجیں شامل ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ سرحد کی فوج تقریباً دو گنی کر دی گئی اور اس طرح ہندستان کی برطانوی سپاہ کا کل سرسبد پہاڑی، جیلوں کی سرکوبی میں لگ گیا۔

لیکن ان سب دشمنوں کے بعد، ہندو صاحب کے بچے قابل

غور ہیں :-

اس کے باوجود ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خرابی کی تہ تک پہنچنے میں نامور ہے

سہ ہنٹر۔ ص ۲۲۰۔

۲۲۵ ہنٹر ص ۲۲۰۔ (مجلس)

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس بغاوت کے فوری اسباب میں مذہب کا کہاں تک دخل تھا۔ لیکن پنجاب کو رنٹل نے ہم کے راج کا جائزہ لیتے ہوئے افسوس سما کر لیا کہ ختم ہو گئی اور ہم نہ تو اس قبا میں ہو سکتے کہ ہندوستانی جہاویں نکال باہر کریں اور نہ انہیں بطبع کر کے ہندوستان ہی واپس جانے پر آمادہ کر سکے۔

یہ آخری حصہ ہے جس کی تفصیل ہم تک پہنچی ہے۔ ۱۸۵۷ء کی ایک فوج کشی کے متعلق ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں۔
 "ہنٹر نے ۱۸۵۷ء میں لکھا تھا کہ جب جنگ ہوگی۔۔۔ اور جلد یہ ویرانوں سے جنگ پٹرن بن کر رہے گی۔۔۔ تو ہمارے سرحد کی باغی نوآبادیوں دشمن کے لئے بہت کا آمد ہوگی۔۔۔ لیکن ۱۸۵۷ء کے پورے افغان چڑھائی میں نہ تو ستھانہ کی نوآبادی اور نہ شورش پسند وہابیوں کا کہیں ذکر آیا۔۔۔ پھر ۱۸۵۷ء کی بابت ایک دوسرے صاحب ارشاد فرماتے ہیں:-

۱۸۵۷ء تک یہ لوگ خطرے سے خالی نہیں تھے۔"

۱۸۵۷ء دو ترجمے میں ہاتھ یہ کہ کیوں حذف کر دیا گیا ہے۔

تہذیب و تمدن سے انڈین سوسائٹی

۱۸۵۷ء کے NATS کے تہذیب و تمدن کی تاریخ عرب و ہندوستان میں مندرجہ

تہذیب و تمدن کے سلسلے میں۔۔۔

۱۸۵۷ء کے تہذیب و تمدن کے سلسلے میں۔۔۔

اس سلسلے میں جن صاحب پر تحریک و روحانیت کے کاشبہ کیا جاتا تھا، اب وہ بھی
اتر کر پیار سے بہرہ ور ہو چکے۔ اقم نے خود ان سے مل کر تحقیق حال کی کوشش کی، ان کے
اکنکار اور مدلل صفائی کے باوجود ہمارا اطمینان نہیں ہوا۔ بہر حال اب وہ بھی
وہاں پہنچ چکے ہیں۔ اب کوئی چیز مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں حیرت نصیب
کرے اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔

غازی محنت اللہ شہید کے بچہ مولانا عبد اللہ کے، دوسرے پوتے سید محنت
صاحب مہاراجہ کے امیر تہذیب و تربیت اور تیس سال سے اس منصب پر فائز
ہیں۔ ان کے علاوہ غازی محنت اللہ کے صاحبزادے سید برکت اللہ بھی
جماعت میں نمایاں ہیں جنہیں عام طور پر شہزادہ کہا جاتا ہے اور ان
دولوں کے ساتھ دانش و ادب کی ایک مختصر تعداد وہاں مقیم ہے اور یہی
نظم امامت و مارت اب تک قائم ہے۔

”رستی جل چکی، مگر میں باقی ہیں“

اس میں غصہ ہی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو باتیں ان کی اولاد میں روتی رہی ہیں؟

پانچواں باب

ہندستان کے اندر

یہ اور معلوم ہو چکا ہے کہ سید صاحب کی شہادت (۱۲۳۸ھ) کے بعد مولانا ولایت علیؒ نے زمام قیادت اپنے ہاتھ میں لی۔ اور پوری غمت نے آپ کے ہاتھ پر محبت جہاد کی تجدید کی (۱۲۳۸ھ) شروع شروع تک کے اندر اور باہر یعنی جہاد باسیف اور اسباب کی فراہمی دونوں کام مولانا ولایت علیؒ ہی کی نگرانی میں چلتے رہے۔ مگر جب وہ ستر طور پر بیرون مدینہ کی ہجرت کر گئے (۱۲۶۶ھ) تو ان کے بعد بھائی مولانا فرحت حسین صاحب نے اندرونی نشر و تبلیغ کا کام سنبھالا۔ اور تمام کاموں میں لوگ ان کی طرف رجوع کرنے لگے۔ آپ کی وفات تک (۱۲۷۴ھ) اندرون ملک کی رہنمائی و سربراہی یکسر آپ کے ہاتھ میں رہی۔

اس مواد پر ۱۲۷۴ھ تک کی تاریخیں درج ہیں۔ ۱۲۷۴ھ تک کی تاریخیں۔

ن کے بعد موندنا چلی غلامی کے اندر دق پوری سے لے کر شوق کو سنبھال
 اور ایک سید تک تحریک کہ حیرت انگیز راستے پر چلے رہے تھے۔ تاہم
 شہر پہنچے ہیں ایک بڑی جہالت کے ساتھ گرفتار کر لئے گئے۔
 بہادر میں مقدمہ چلے۔ کپڑے ڈھان بیٹھے گئے (جنوری ۱۸۸۱ء)
 وزیر شہر میں منتقل ہوئے۔ (ان کے حالات اور کارناموں کا
 تفصیلی بیان آگے ہے)

موندنا چلی کی گرفتاری یا مذکورہ سازش انبارہ کے بعد ان کے لئے
 برقی ممبرانہ کے لئے یہ سفیر رہا۔ تاہم ۱۸۸۱ء میں ان پر کئی
 متعلقات مقدمہ چلے۔ تاہم وہ کئی اثبات پیش کیے گئے۔ اور وہیں سپردِ قید
 ہوئے۔ (۱۸۸۱ء جون ۵ء تا ۱۸۸۱ء ستمبر ۱۰ء)

موندنا چلی کی گرفتاری کے بعد موندنا چلی کی مدد طلبہ کے
 ذہن پر رہا۔ تاہم ان کے لئے یہ سفیر رہا۔ تاہم ۱۸۸۱ء میں ان پر کئی
 متعلقات مقدمہ چلے۔ تاہم وہ کئی اثبات پیش کیے گئے۔ اور وہیں سپردِ قید
 ہوئے۔ (۱۸۸۱ء جون ۵ء تا ۱۸۸۱ء ستمبر ۱۰ء)
 موندنا چلی کی گرفتاری کے بعد موندنا چلی کی مدد طلبہ کے
 ذہن پر رہا۔ تاہم ان کے لئے یہ سفیر رہا۔ تاہم ۱۸۸۱ء میں ان پر کئی
 متعلقات مقدمہ چلے۔ تاہم وہ کئی اثبات پیش کیے گئے۔ اور وہیں سپردِ قید
 ہوئے۔ (۱۸۸۱ء جون ۵ء تا ۱۸۸۱ء ستمبر ۱۰ء)

موندنا چلی کی گرفتاری کے بعد موندنا چلی کی مدد طلبہ کے
 ذہن پر رہا۔ تاہم ان کے لئے یہ سفیر رہا۔ تاہم ۱۸۸۱ء میں ان پر کئی
 متعلقات مقدمہ چلے۔ تاہم وہ کئی اثبات پیش کیے گئے۔ اور وہیں سپردِ قید
 ہوئے۔ (۱۸۸۱ء جون ۵ء تا ۱۸۸۱ء ستمبر ۱۰ء)

ہندستان کی پہلی صدی تحریک

ہاتھ میں لین بڑی آزمائش کا کام تھا۔ چپنہ کی زمین خون کی پیاسی ہو رہی تھی۔ ملک کے بڑے بڑے داروگیر کے سلسلہ جاری تھا۔ قسمت بگڑنے کی طرح سرکار کی چشم لٹکان کی پھری تنظیم آباد کے رئیسوں اور جاہ پسندوں کے تیور بگنی بدل گئے۔ ایک عجیب قیامت کا سہاں تھا ان راست میں مولوی میراٹ کی صاحب نے جان جو کہ میں ڈال کر تنظیم پر دست کا کام پٹ پٹ پٹ میں یہ اور ایک عرصے تک اپنا فرض حسن و خوبی کے ساتھ نیم دیت رہے۔ مقدمات سازش کی پروا میں کئی انگوٹوں کے مولوی محمد زور و زور سے فرزند مولانا بیت علی کا ہاتھ بٹایا۔

جب آپ ضعیف ہوئے تو اپنی بی بی بت کے لئے مولوی محمد حسن نے حسب کو تجویز و منتخب کیا۔ اور ان کی تربیت میں پوری کوشش کی گئی تھی کہ وہ موت و لہو سے نجات پائیں۔ لیکن وہ مولوی میراٹ کی صاحب میراٹ کی تلوار سے شہید ہو گیا۔ کسی جیسے سے انہیں بھی پسند نہ تھا۔ لہذا وہ لڑ گیا۔ (مستند) غائبان کی گرفتاری سے اسے شہید کے اور خیر میں بھونکی۔ اس لئے کہ قبیلہ سازش میں شہید کے ایک سرکاری گواہ ہریش مندرجہ ذیل کے ایک شخص کا بیٹا تھا۔ کہ انہوں نے سازش اور سازش کے خلاف کوشش کی تھی۔

سہ بابی ٹرائل: ص ۱۱۴

دہلی بھجے تھے۔ درجن کی رسید ملنے پر انھوں نے ۸۰ روپے کو ایک ہفتہ
 درجہ دست بندی دی تھی۔ اس سے پہلے ہی محمود ہوتا ہے کہ ان کے خطوط پر
 مناسبتیہ تیار ہوا تھا۔ پھر ان کے مقدمہ میں پیش کیا گیا۔ انھیں درجہ
 سیٹ کیا۔ نہ تو عیودریہ شہر کی ہوئی۔ لکھنؤ میں قید میں آئی۔
 تھانہ داریت دی گئی کہ وہیں جاتا جتنی ہو گئے۔ مولوی میرا رکھ
 صاحب پر یہ بھی لازم تھا کہ انھوں نے بناو پر ایک کتاب تالیف کی تھی۔
 مولوی میرا رکھ صاحب کی گزشتہ رمی کے بعد مولوی محمد حسن صاحب
 ذیل خلافت مولانا ولایت علی نے لکھ کر منبھار۔ مولوی محمد حسن صاحب

[illegible]

مجلس ۱۲۸۰

مجلس ۱۲۰۰

ہندستان کی پہلی سادی تحریک

عجیب و غریب اور بے سبق آموز ہے۔ وہ ان کی رہنمائی، اور تنظیم کی زندگی بسر کر رہے تھے، اور ان کی عمر سولہ برس سے زائد نہ ہوئی تھی۔ ان کے اندان کا طہری طہری قہر ہو گیا، اور آخرت میں سرخروئی کا سادہ تبار ہوا۔
 رازش (نہالہ) (پیشہ) کے ساتھ ہر پاسبان کے چہرے پر ایک ہی صورت
 عبد الرحیم گریف رہے تھے، تو انہوں نے موت کی فحش ہو کر رکھی۔
 "اب میں جاؤں۔" نواب گریف نے کہہ دیا۔

یہ سننا تھا کہ اس سولہ سالہ لڑکے کا رنگ ہی بدل گیا۔ ایک طرف
 رازش کے مقتولوں کی پیروی میں گئے تھے، اور ان کے رنگ کی دھڑلہ
 دوسری جانب ایک بڑے تھے، کیسے، بچیوں اور عورتوں کی ہڈیوں
 نازکے پلے ہوئے تھے، درحقیقت جن کے پاس وہ چلے، وہ سب
 ہوئے تھے یا مردان ہوئے تھے، اور ان سب میں سے کسی نے نہ
 پہچانے یا رہے تھے، جن کے گھر پر وہ رہے، اور ان کے گھر میں
 بڑے عورتوں کی قبریں تھیں، ان کے گھر میں تھیں۔
 ان کے ہاں چلے گئے۔ ان کے ہاں چلے گئے، اور وہی تھے جو وہ
 کہہ کر آیا، جو بڑے بڑوں سے نہ ہوئے، اور ان کے گھر میں
 وہ سولہویں تھے، جن کے گھر میں ان کے گھر میں تھے، اور ان کے
 مشہور نام تھے "A Great rascal"۔
 ماب سے دیکھتے (کلمہ گزٹ)۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۶۵ء

کبھی کسی کے نام میں انھوں نے ان تک سے پیروی کی تھی۔ پھر پھر شرح
 بنو اسے بہ مزید کہ جزائر ندان جاکر سیرات بلا کی مزار پر ہی تھی کی۔ مقدر
 و بتل کا حال تو اپنی جگہ پر آئے گا۔ مولوی محمد حسن مرحوم سے متعلق یہاں
 اتنا اور غرض کر دینا مناسب ہو گا کہ انھوں نے غاندین نامی پالیسی کے
 بہت سے اور سرسید کی طرح حکومت کی بڑی دور کرنے کی جڑی کو کٹا کر
 ۱۸۵۷ء میں صوبہ کا پہلا مسلم پانی سکول (محمدین اینگلو اسکول)
 کے نام سے قائم کیا۔ جو آج تک چل رہا ہے۔ نیز پٹنہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ
 کے نام سے صوبہ کا پہلا اردو اخبار جاری کیا۔ اپنے دو عزیزوں کو
 لندن تعلیم کے لئے بھیجی۔ سرکار نے بھی ۱۸۵۸ء میں شمس الدین کے خلاف
 سے ان کو کشمکشوں کی داد دی۔ انھیں کی روش پر مولوی محمد حسن نے
 تقریباً ۱۲۶۶ء خٹہ مورخہ کی علی صوبہ بہت جلد میں شریک
 ہو چکے تھے۔ اپنے پناہ میں رہ کر مزید تعلیم حاصل کی۔ ایم۔ اے
 کیا اور کیا میں شمس الدین مولوی محمد حسن ایچ۔ اے۔ اے۔ فیسر ڈسٹرکٹ
 میونسپل کالج الہ آباد کے نام سے متوریت ہوئے۔ ۱۸۵۸ء
 اسی وقت مولوی محمد حسن نے مولوی محمد حسن کے ساتھ مل کر
 کی یہ سب باتیں دست واپسی کے بعد شریک نامہ میں لکھ دیں اور
 طبیب کی مجلس کی۔ پھر ایم۔ اے۔ کے نام سے مولوی محمد حسن کے
 مقامات میں کیا نامہ شریک کے نام سے لکھا گیا۔

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

پائی۔ پھر تو اس نامزدان میں نئی تعلیم کی ایسی ریل پیل ہوئی کہ باید و شاید۔
شمس العلما محمد حسن صاحب سے اور کئی ان کی قوم کو مکرر وقت
تہیں، مگر واسطے افسوس کہ عین شباب کے عالم میں یہ وہاں گیا اور وہاں
۱۳۱۵ھ ۱۸۹۸ء میں اس سلسلے میں ایک اور حقیقت کا اظہار کر دیا
من سب معبود ہوتا ہے۔ لیکن ہے بعض مہتمموں کو راز درون پر وہ کہ یہ
انکشاف پسند نہ تھے، مگر یہ حضرت تاریخ بن چکے ہیں، اس لئے
آنے والوں کے لئے صحیح معلومات فراہم کر کے میں تاں نہ ہونا چاہئے۔
کمزور ہے کہ وہ دی محمد حسن صاحب کی تعلیمی پالیسی سے قنڈان کے
تو وہ خواہ خوش نہیں تھے۔ لیکن جسے اس بے متکلف مادہ اور کٹر اہل
حدیث کہتی تھے۔ مثلاً کے طور پر مشہور اہل حدیث و مولانا عبدالحکیم
دوق پوری (۱۳۶۱ھ - ۱۳۷۴ھ) خلیفہ مولانا محمد سید اسیر ندوی
تو تھے سخت تھے کہ انہوں نے مولوی محمد حسن صاحب کی کامرانہ
کی نہیں پڑی۔

مولوی محمد حسن صاحب کی زندگی ہی میں مولانا عبدالحکیم صاحب
اندمان سے واپس چکے تھے۔ اس لئے خود کچھ دانشور ارشاد
کہ مرآت کی نگرانی میں چلنے لگے۔ اور حکومت کی سخت نگرانی کے باوجود
مولانا عبدالحکیم صاحب ۱۳۷۴ھ تک زندہ رہے۔ اب غائب ہوئے
بنیہ چکے ہیں۔ یقین کے ساتھ کہ محمد حسن صاحب مولانا عبدالحکیم صاحب کی

دور حیات ہیں۔ خاندان کے بعض افراد کی خاص طور پر تربیت کی تھی۔ وہ لوگ کہہ سکتے ہیں اور اپنے بزرگوں کے مسدب پر قائم۔

اندر وہ ان ہندوؤں کے امراء و زعماء کی فہرست ہم نے بائیں طرف **نظام عمل** درج کر دی ہے۔ یہ گہری بات کہ یہ لوگ کیا کرتے تھے اور کس طرح کرتے تھے؟ سو اس کے متعلق کبھی یہاں مختصر طور پر عرض کرنا ضروری ہے، تاکہ تحریک کا یہ اہم حصہ تشنہ بیان نہ رہ جائے۔

یہ کرتے تھے؟ متعلق کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، کہ یہ اوپر بار بار ذکر چکا ہے۔ یہ لوگ اندرون ملک اور خاص کر بنگال و بہار کے اضلاع سے آدمی اور رقم فراہم کر کے بھیجا کرتے۔ جو مبلغ اور محض آدمی اور رقم کی فراہمی کا کام کرتے، وہی ترک بدعات اور اتباع سنت کی کبھی تبلیغ کرتے

ان میں سے کچھ نے وہ دیوں کی سرگرمیوں اور غیر مذہبیات کے سلسلے میں بنگال کے قریبی فرقہ، دومینا، ٹیلومیاں اور حاجی شریعت اللہ وغیرہ پر رن کی تشدد نہ اور غیر تشدد سے ان کے مذہب کے خلاف کام کیا۔ ان خطیہ کو کہتے ہیں ہندوستان میں وہ بی بی مندرجہ کے زیر نگرین ہوں۔ یہ قوت نہ بنا سکیں ہوں گے، مگر پنجاب کے سید صاحب کی جہت سے ان کے رستہ محدود کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے پیچھے آتے اسلام آباد کے وہ میں جن کا درموازی بدست حسین مرحوم نے فراموشی پر قرار لکھا ہے اور غائبانہ لی ہونے کے باعث وہ زیادہ وقت ہوں گے۔ ان کے متعلق سے یہ ہیں حبیب کی جہت سے دومیناں اور حاجی شریعت اللہ کا تعلق ان میں معدوم ہوتا ہے۔ غائبانہ وہ صاحب کے دماغ کی آج ہے۔

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

اس طرحت پر حضرت سید شہیدؒ کی تحریک کے دو ذیل اجزاء (جہاد اور محمودیت) ساتھ ساتھ چلے گئے تھے۔

اب رہا یہ کہ کیسے کرتے تھے ہاشمیہ اس کا جو بے سُننے کے لئے دل دے

جگہ پایا تھے حضرت سید صاحبؒ کی شہادت ۱۲۴۶ھ میں ہوئی۔

پٹنہ کا آخری مقدمہ سازش ۱۲۴۸ھ میں چلا گیا۔ یہ پٹنہ میں ہوا جس کا مرکز

سید صاحبؒ کے منہ و زبوں کے لئے یکسر تک وہ وہ رجسٹر و جہاد زمانہ

۱۲۴۸ھ کی گزشتہ بہت دور تھا۔ اس کے بعد ہی پٹنہ میں ہوا جس کی

خاتمہ کی حیات تھی۔ درج ذیل اب تک کہیں مرد مومن نے اس

جہاد کی تاریخ مرتب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ سر دیو ولسن پٹنہ کی

کتاب ہندوستانی مسلمانان The Indian Muslims فرنگی

مورخوں کا مرجع ہے۔ اور خود اس کا زیادہ تر اعتماد پٹنہ کے ایک مسلمان

سے زیادہ داشت (MEMORANDUM) برٹ۔ جو اس نے مقدمہ

سازش پٹنہ ۱۲۴۸ھ کے سلسلے میں حکومت کے رپورٹس کی تھی

یہ یادداشت ہمارے سامنے ہے۔ اور شروع سے آخر تک طرحت پر

مباحثہ رائیوں اور فز پر زریوں سے بھری ہوئی ہے۔ یہ حال یہاں

تک ممکن ہو سکا ہے۔ رائے کے صحیح معاشرت خاکریز کی کوشش کی ہے

جس کا غرض نذر نہ رہتا ہے۔

اس سلسلے میں تمہید کے نور پر ایک بات اور عرض کر دی جائے۔ تو

شاید مناسب نہ ہو۔ بیشتر کی کتاب ۱۸۷۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ اور
 تیسرے درجہ میں ۱۸۹۱ء کے وقت اس کا جواب کئی مہینے لگا۔
 (۱۸۷۸ء) اور ان کی دشمنیں مشکور کی ہیں۔ نیز جواب سید
 حسن علی (۱۸۷۸ء) کے پانچ مختلف رسائل اور مولوی محمد
 صاحب بن اوی (۱۸۷۸ء) کے پانچ رسائل شملت السنۃ ۱۲۹۸
 تصنیفات کے ذریعہ الزام چھڑا دیے۔ اس کی خوب تردیدیں کیں۔ لیکن
 اس کی تائید بالکل نہیں۔ یہی دلیل (FANATIC) اور
 ندریا باغی (Disloyal) کے القاب پر مشتمل نہیں ہونا چاہیے۔

یہ تو اپنی اپنی پسند ہے۔ اور پنی اپنی اصطلاح ہے۔
 خود کو مہندس کہہ دیا۔ جنوں کا فرد جو چاہے آپ کو کتنے ساڑ کرے
 اس کے کہ وہ کچھ نہ سمجھتا کہ ملا لکھتا ہو۔

۱۱) اب ہر گز وہاں دشمنوں میں و غشوں کا دوراں نہ ہو گا۔ مگر جب کہ
 میں نے بتائی کہ دشمن بہت زیادہ کہہ رہا ہے۔ میں نے چاہا ہے۔
 ۱۲) جن چھوٹے قتلے کوں کراک بڑے نامیہ اسلاف کی زیر
 نگرانی کر دیا جاتا تھا۔

۱۳) ایک کشتی کے حصوں میں دیانت و یورینوش مال
 کابروں کے پاس میں بوجہ کہ تمام بیوقوفی اور غشوں کی وجہ
 اور میں متیریں ست و نول قسم کی بیوقوفی اور ہال سے بیوقوفی اور ہال سے

ذرائع سے (کبھی کبھی مذہب و قاصدوں کی مسرت پانہ، دیلی، تین تیسرا،
راولپنڈی، بنیہ دنگ یہ امانت پہنچائی جاتی تھیں) سے خاص ذرائعوں سے
منزل مقصود تک پہنچے، پہنچ جاتے۔ اس قسم کے تاجر پینہ (بنکال)
ڈھاکہ، کلکتہ، بٹنہ میں خاص طور پر کام کرتے تھے۔ امیہ ذیل جٹوں
(ساکن بٹنہ) کا چمڑے کا بہت بڑا کاروبار کلکتہ اور بٹنہ میں تھا۔
جن پر اسی پاداش میں اس عہد میں مستقل مقدمہ چلایا گیا، ورانہ کیوں
روپے کا قلم تباہ کر دیا گیا۔

(۱۷) تبلیغی رسالے اور جہاد کی لٹریچر بڑی تعداد میں چھاپ کر
تقسیم کی جاتیں۔ مثال کے طور پر مولانا اوریت علی (ف) (۱۲۵۱ھ)
کے رسالہ دعوت، مولوی خرم علی بلہوری کی تنوکی جہاد دیر اور مورانا
اول و حسن قنوجی (ف) (۱۲۵۱ھ) کے رسالہ رہنمائی کے نام سے جاسکتے
ہیں۔ یہ تینوں بزرگ سید صاحب کے خلفاء میں تھے۔ ان کے علاوہ

سے روایت ملے ان خاص ذرائع کی حسب ذیل تفصیل دی ہے۔

(۱) مولانا بخش دکن پٹنہ، محمد شفیع (ف) (۱۲۵۱ھ) کے بعد میں وہ وفات ہوئی
میل یہ تھیں۔ بہر میں۔

(۱۱) عبدالحکیم، گتھورہ، بخش دکن، بعد میں وہ وفات ہوئی، محمد شفیع (ف) (۱۲۵۱ھ) کے بعد میں وہ وفات ہوئی

(۱۱۱) نبی بخش، شفیع کا بھتیجا، (۱۲۵۱ھ) (۱۲۵۱ھ)

(۱۷) حمد علی (سکر جہاد) - بہر (۱۲۵۱ھ) (۱۲۵۱ھ)

س سے کئے مختلف بزرگوں نے ترغیب جہاد اور رد بدعات پر جتنے
رسالے اور کتابیں لکھیں۔ ان کا تفصیل ذکر اور مضامین کی تفصیل یہاں
ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر سنئے۔

(۱) (الف) مولانا اور حسن قنوجی (ف ۱۲۵۳ھ) کے رسالہ راہ
سنت (مطبوعہ ممبئی ۱۲۵۳ھ) کے آخر میں منشورات اردو کا ایک
ضمیمہ ہے، جن میں ایک نذر کا ایک حصہ یہ ہے۔

”خیر خواہ کمپنی مرد و دہے“

(ب) رسالہ جدید میں ایک شعر آتا ہے۔

فرض ہے کہ پڑھنا و جہاد کفار۔ اس کا سادہ کر و جہاد گمراہ بنار
۱۔ بیچ۔ رد شرک کے سلسلے میں مولوی خرم علی بلہوری کی ایک
نذر کے یہ شعر منظر ہوں۔

۱۔ بے حد بدعتوں کی عاصبت و رجوع کر کے کتاب و نگرانی عہد میں ہندستان کے
تاریکی و تاریکی میں سے بہت سی کوششوں کا نتیجہ دیکھتے ہوئے
۲۔ بدعت کی شہادت میں پاپ بے گناہ کے ہیں کہیں یہی تبلیغ کے ہیں
۳۔ بدعت و بدعت کی جو مشا بہذات غلطی غور پر غور دیکھیں، آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ
۴۔ ہر بدعت و بدعت کی جو مشا بہذات غلطی غور پر غور دیکھیں، آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ
۵۔ بدعت و بدعت کی جو مشا بہذات غلطی غور پر غور دیکھیں، آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ
۶۔ بدعت و بدعت کی جو مشا بہذات غلطی غور پر غور دیکھیں، آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ
۷۔ بدعت و بدعت کی جو مشا بہذات غلطی غور پر غور دیکھیں، آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ
۸۔ بدعت و بدعت کی جو مشا بہذات غلطی غور پر غور دیکھیں، آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ
۹۔ بدعت و بدعت کی جو مشا بہذات غلطی غور پر غور دیکھیں، آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ
۱۰۔ بدعت و بدعت کی جو مشا بہذات غلطی غور پر غور دیکھیں، آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ

ہندستان کی پہلی سلاخی تحریک

خدا فرما چکا قرآن کے اندر
نہیں ہے سوئی فتنہ کی ہیں
میرے محتاج ہیں یہ فتنہ
کہ کچھ آؤ گئے ہیں
جو خواہش ہے سو سے دوسرے کا
بھونسل سے دیکھا کھانا کباب

(نہا) روضہ پور کے بڑے مکان میں جو قافلہ گاہ کے نام سے مشہور تھا۔
جہاد کے زمانہ میں اس سے آگے ہوئے کچھ دنوں قیام کرتے اور وہیں ان کے
پرستار کے مدد سے مستفید رہتے، جیسے کہ اوپر لکھ چکے ہیں۔ یہ وہی وہی
مولانا ولایت علی (وفات ۱۲۶۵ھ) اور سالانہ کی عدم موجودگی میں ان کے
چھوٹے بھائی مولانا فرحت حسین (وفات ۱۲۷۵ھ) ہوتے۔ اور مؤرخین نے
ان کے انتقال کے بعد مولانا یحییٰ علی (وفات دراندھان ۱۲۸۶ھ) پر خلافت
انجام دیتے۔ یہ سلسلہ بانٹا بیٹہ ۱۸۶۶ء تک جاری رہا، جب کہ سازش کا
پہلو مقدمہ شروع ہوا۔ صادق پور کا قافلہ گاہ اور مکان (جہاں اس وقت
پینٹن سٹی میونسپلٹی کی عمارت ہے) بہت وسیع تھا۔ وہاں ایک وقت
سیدزادوں اور قیام ہوتے۔ قافلہ گاہ کے علاوہ وہ نمونہ کی بات مسجد
سینہ کی ایک محلہ قید خانہ عظیم آباد (موجودہ پینٹن سٹی) اور موجودہ دہائی پر گنگا دریا کے کنارے
مسجد آباد ہے۔ کون سا مسجد سے یہ مسجدیں صادق پور کے قافلہ گاہ میں سے ہیں اور کون سا
میں پر پانچ کے زبانی نام نہاد ہوتے۔ آج کل مولانا احمد علی صاحب صاحب عمارت پر
دفتر مولانا قیام علی صاحب ونبیہ مولانا احمد علی صاحب صاحب عمارت میں قیام کرتے
خطبہ امامت کے فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

میں شاہ جہاں نے ایک (بہت بڑا) خانہ خوار بنوایا جس سے نور محمد کی
توسیع کی گئی۔ اس کا یہ مقصد تھا کہ اس کے بعد وہ خانہ خوار ہو سکے۔ اس کے بعد اس نے
اس کا نام سے کرنا شروع کیا۔ زراعت کے کام میں اس کا ایک اور اثر ہوتا تھا۔
مقامات سے زراعت کے کام میں زمینوں کی سبکدوشی کا ذکر کرتے ہیں۔
آتا ہے۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ پتھر سے بنے ہوئے خانہ خوار کی جڑ
سے اپنے دلوں کی نگینہ عیاں کر رہا تھا۔

یہ خانہ خوار عورت کی فحش زندگی کا جو صحیح ترین ماحول تھا کہ دنیا و پرورش
کر دیا گیا۔ غریبوں کی نگاہوں میں اس کی کیا وقعت تھی؟ اس کا بڑا مختصر بیان
یہ تھا کہ یہ ایک کون کے ہر بات میں اللہ سے خالی نہیں تھا۔
"سری سربٹ ڈورڈس" (Sri Sribhat Doras) جنہوں

نے پہلے میں زراعت کی نگاہ سے دیکھا تھا اس کی سماعت کی گئی۔ ان
خبروں کے متعلق فرماتے ہیں :-
"میرزا درویش دوست کے ایک مرکزی دفتر کو جو دہلی میں بیان
کیا گیا تھا۔ یہ دفتر تھا کہ اس کے پاس ایک بڑا قریبی دوست کے
راہب تھا۔ اس کے پاس ایک بڑا بڑا خانہ تھا جس کے قریب ایک مکان کے
متعدد دیوے میں رکھا تھا۔ بزرگوں کے مقبرے اس کے پاس تھے اور

گرفتاری تک پہنچا۔ ۱۲۵۰ء میں احمدیہ وفد (۱۲۵۰ء) اس کا روبرو
سے بائبل لے کر رہے۔ گرفتاریوں کے بعد انھوں نے اس کام کو اپنے
ہاتھ میں لیا۔

اس تحریک کے اصل کارکنوں کی یہ تہ اور کام کے متعلق ان کے
سب سے بڑے دشمن کی شہادت قابل غور ہے۔ یہ
آدمی نے ۱۸۵۲ء میں اپنے کے خاندان کا انتخاب کرتے وقت ایسے
آدمیوں کو منتخب کیا جو بے پرواہی و خروش کے مالک و رانندہ تھے
مستقل مزاج تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ متعدد بار جب یہ تحریک دم توڑتی
تھا تو کبھی اس طرح انھوں نے زیرِ نوبت ادا کا ہنڈا بلند کیا اور تحریک کو
تباہ ہونے سے بچا لیا۔ ۱۸۵۲ء کے خاندان جو ان تک مبلغ اپنی ذات سے
بے فکر اور بے واسطہ زندگی بسر کرتے تھے، گریز کے ذریعہ کی حکومت
کے ان ٹریچریت میں سمیٹے تھے۔ ۱۸۵۲ء اور ۱۸۵۳ء کی فراہمی
کے ایک مشتعل و متحرک ہونے کی صورت تھی جو شیار تھے۔ ان میں یہ سنی
جہ غمت کے لئے نوبت و رہنمائی تھے۔ ان کی تعلیمات کا بڑا حصہ تھے
جو بے تامل و یہ نہیں کہ ان کے انھوں نے اپنے ہم وطنوں کی ایک
کے بڑی تہذیب و مذہب کی بہترین اور بدلتی کے متعلق بہت سی غور
کیا کرتے تھے کہ یہ سنی تھے۔

اور قربانی کو زندگی کا اولین فریضہ سمجھتے ہیں۔ یہی افراد اصل میں برصغیر کی برتری کا باعث بنیں۔ بہترین دیوانی وہ ہے، جو نہ کسی سے ڈرے اور نہ کسی پر رحم کھائے [۹]۔ اس کی زندگی کی شاہ راہ بالکل صاف ہے کسی قسم کا تشدد یا تنبیہ سے اپنے راستے سے نہیں ہٹا سکتی۔

اس قسم کے ایک ممتاز کارکن کا ذکر ان لفاظ میں آیا ہے:-

”مدہ کا انچارج امیر الدین عبدالرحمن دیہاتوں میں تھر کیسز کی تہلیف کرتا رہا۔ اور رضا کاروں کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ و صدقات کی رقمیں بھی باادیت کی امداد کے لئے مددی علاقوں میں باقی رہیں۔ اس طرح ہٹے ل کے تمام علاقوں میں چندہ اور رضا کاروں کی فرمائشیں شائیں نہ تھیں۔“

یہ ایک واقعہ ہے کہ میٹر کی مبالغہ آمیز بیانیوں نے ہنگال میں نہایت گہرا اثر ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہنگال پر جس مفید کام کا حساب تو سننے کے لئے کیا، وہ اس کا بوس سے متاثر رہا۔ مرد و شہاری کی رپورٹیں ان کے ”روک“ سے زائل نہیں۔ ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۶ء کی رپورٹوں کے اعتبار سے دیوانی تحریک پر اچھی فہمیں بست کی ہے اور اس کی فراہم کردہ ذرائع معلومات سب راول شاہ، اوکٹا اور میٹر داسیریت دیہات کے قریب سے ماخوذ ہیں۔ یہ حال اندازہ کے لئے ۱۹۱۱ء کی مرد و شہاریوں کے

(James O'Kinely) پر ہے۔ اور ان دونوں کی تحریروں کے نمونے دیتے جاچکے۔ آپس میں لڑائی (بابت نفع پٹنہ) میں کبھی ہندو صاحب کی روت کو فرما ہے۔

اس سلسلے کی ایک اور دلچسپ چیز کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ مذہب و ملت انگریزوں کی خفیہ منت طبع کا باعث ہو گیا۔ مجاہدین اپنے خفیہ و کتابت میں قسم قسم کی سمجھی بوجھی، مستند حقائق خفیہ بنیاد پر CODE کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ تاکہ کرنا کی تہین کرنا نہ ہو۔ مگر ان کی بیکریوں نے بھی آخر پہنچ گیا۔ مجاہدین کے سب سے بڑے گروم فراماسٹر راول شاہ نے اپنی یادداشت میں ان اصولوں کی نشاندہی کی، ایک فریبنک دی ہے، جسے کچھ لغت و کچھ تاریخ کی خدمت کے لیے لیا گیا ہے۔ ورنہ سب خیال کر لیں۔ البتہ اتنا سمجھنا ہے کہ ان کا حرف بہ حرف صحیح نہیں لکھیں، کہ یہ لوگ ہندوستان کرتے ہیں:-

جہادی خدمت کے بیوپاری کے گروہ کے
مسا فرما سنا

مروٹوں کا جہاد

نایب - ستوں نہ

یٹنہ

توڑنا

بڑا کدوا

چھوٹا کدوا

مقدمہ

مختار

سفید پتھر

کتاہول کی قیمت

قافلہ

جنت

اللہ

ہندی

نقد رقیب

صادق پور کے مولویوں کے مکان کا حال

اور خاص کر وہ مکان جس میں مولوی ولایت علی اور عبد الرحیم رہا کرتے تھے۔

سلاطین کے مقیم سازش میں عبد العفور متہم و سزا یافتہ تھے۔

سازش انبیاؑ: جو بعد میں وعدہ معائنہ گواہ بن گیا تھا، اور

اس کی سزا جس دوام بعد دریا سے گھٹ کر دس سال کی ہوئی

گئی تھی، یہی اپنی شہادت کے سلسلے میں بہتر مصنفین کا ذکر کیا ہے،

جو اسی کے اعتدال میں درج کئے جاتے ہیں:-

۱۔ کس صفائی مشین (INGRAM) کے جرح کے جواب میں۔

تجوید (S-c-s) سے پہلے مراد ہیں۔ اسی طرح کتابوں سے کہی گئی ہیں

معدوم کہ کسی شہر کو بھی کوئی فرقتی نام تھا۔ کشن اس جگہ کا نام ہے، جہاں

عبداللہ ربیع بن عبد اللہ امیر الجہاد آ رہتے تھے۔ یہی علی بن ابی طالبؑ تھے

تہمات سازش انبیاؑ نے مجھ سے بیان کیا کہ بالبعد حسب سے مراد عبداللہ ربیع

جو وہاں سے آدمی بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ موقوف کے نام سے کتابوں سے آدمی

اور رپے دونوں مراد ہوتے تھے۔ نوکروں سے مجاہدین بھی مراد ہوتے تھے۔
 راوش کائنات قدم پر ایک دوسرے مابرق لون نے بھی فرہنگِ مصلحت
 میں کچھ قیمتی اضافے کئے ہیں۔ ناقدِ ریویو کی، اُتران کی تحقیقات سے
 ناظرین کو متروک رکھا جائے۔ یہ محاسبِ سٹوڈنٹس (AINSLIE) پینہ
 کے سیشن جج ہیں جنہوں نے مقدمہ سازش، پینہ (سٹوڈنٹس) کی
 دوسری سہاست کی تھی (پہلی سہاست خود شہر راوشا لے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ
 کی حیثیت سے کی تھی) یہ اپنے فیصلے کے آغاز ہی میں ترتیب ذیل سے
 'جعلی' اور اصل ناموں کی فہرست دیتا ہے اور اس نے ہر نام کے ساتھ ثبوت
 کے گواہ یا گواہوں کے نام بھی دیئے ہیں، جسے ہم طوالت کے خوف سے
 نظر انداز کرتے ہیں۔

جعلی نام
 محی الدین
 بشیر الدین

اصلی نام
 بکھی علی
 قیاض علی

سندھ مورخ فیاض علی (مؤید و عربیہ) نے ۱۳۳۳ھ میں اپنا تہذیب و تمدن نامہ لکھا۔
 دہلی کے ایک بھائی تھے مولانا احمد شہید چھوٹے، مولانا بکھی علی سے بڑے مولانا احمد شہید علی
 سے بیٹے تھے۔ ہمیشہ ان کے ساتھ رہے۔ پھر آخر میں قیادت بکیری کی بنا پر تقرباً ۱۳۵۰ھ میں غوثیت
 بیروں کے ہاتھ میں آگئی۔ کوشش کے باوجود ٹھیک ستر و قات نہ معلوم ہو سکا۔ راوشا لے آپ کا
 نام ان میں نہ دست میں آیا۔ جو شہید علی میں مولوی عبداللہ (دہلی ۱۳۲۲ھ) کے ساتھ
 ملے۔ ان کے ساتھ ہی دہلی میں رہے۔

ہندستان کی پہلی اسلامی ترکیب

اسلامی نام

مولوی عبداللہ

محمد شفیع

عبدالرحیم

محمد جعفر

عبد قادر

احمد اللہ

محمد احسان

عبدالرحیم کاظم

ملک - ستھانہ

پٹنہ

جلی نام

بالوچان - میراں بان

شفعت علی

رحیم بیگ

پیر و خاں - پیر و قلیفہ

غلام قادر

احمد علی

دوست اللہ

قافلہ - قافلہ گاہ

بڑا گودام

چھٹا گودام

~~~~~

یہ لوگ کہتے ہیں کہ لانا بھٹی کے محلہ تیرہ دس کا نام حسن تھا یہ فریب ہے۔ ان کا  
نام محمد عیسیٰ تھا۔ وہ یہی جہ میں شمس احمد مولانا امجد علی امر، اس کے نام سے  
تیار ہوئے۔ ان کو رشتہ تھا، اس لئے نام بدل دیا گیا۔ یہ بھی غلط ہے۔  
اس کے کوئی محلہ تیرہ دس، جہ میں شہید ہوئے۔



# چٹا پاب

## سائنس کا الزام اور ترجمہ

یہ پہلے کہیں گزر چکا ہے، گنگوپی کی حکومت نے پہلے پہل مہا دین کے  
 افسانے ہیں کوئی روک ٹوک نہیں کی۔ مگر ایک جگہ کہتا ہے کہ عیش بھوجوں  
 کے سلطان در زمام اپنے انگریز ماموں سے پیشی لے کر جہاد کو بایا کرتے تھے۔  
 سرسید نے ایک ورد چرچ وٹ کا ذکر کیا ہے:-

’دہلی کے ایک ہندو جن نے جس کے پاؤں جہ دیوں کی امداد کی  
 تحفیں جمع کیں، بچہ غلام کیا۔‘ تو مولانا شاہ احمد اسحاق نے مسٹر ولیم فریئر  
 (W. Fraser) بمبئی دہلی کے اخبار میں نائن کی اور مدعی کے حق میں

سائنس کی کتاب (ہندوستان میں) کا جواب سرسید احمدیہ

Ahmad on Dr. Hunter's  
 'Our Indian Muslims'

محمد انیس مسلمانز:- مکتبہ

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

ڈگری ہوئی۔ وصال شدہ رقم پچھہ دوسرے ذریعہ سے سرحد کو بھیجی گئی۔ اس مقدمے کا اپیل صدر کورٹ الہ آباد میں ہوا۔ وہاں بھی عدالت ماتحت فیصلہ بحال رہا۔

شاہ محمد اسحاق صاحب ۱۲۵۶ھ میں مکہ معظمہ ہجرت کر گئے تھے،

اس لئے یہ واقعہ قطعی طور پر ۱۲۵۶ھ سے پہلے کہ ہے۔ کہنا یہ ہے اور مصائب ہدایت کہ جب تک مجاہدین سکھوں سے اٹھے رہے، کمپنی کی حکومت خدائے اور غیر جانبدار رہی۔ "سانپ مرے اور لکٹی نہ ٹوٹے" ترکوں نے نجد میں عمل کیا تھا۔ ان کے استادوں نے اس فارمولے پر یہاں عمل کیا۔ مقصود یہ تھا کہ مجاہدین اور سکھوں کی آویزش میں سرکار عالی کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہو رہے گا۔ لیکن جدی پنجاب کا الحاق عمل میں آیا۔

۱۲۶۵ھ (۱۸۴۹ء) کمپنی و سرکار کی فاطمیں مجاہدین سے براہ کونی نہیں تھی۔ پھر

۱۲۵۶ھ میں مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ اور وہیں ۱۲۵۶ھ میں وفات پائی۔

۱۲۵۶ھ میں ہند کے مشہور تاجداروں کو شرفِ امتِ احمدی، اپنے ایک خلیفہ میں بھیجا گیا۔ جون ۱۲۵۶ھ میں، راجہ رنجیت سنگھ کی صدر نہ برسی کئے وقت پر شاہ فرمایا کہ: "میں تمہارے کمپنی کی یہ منہاں و غیہ جاندارانہ روش" اصولی طور پر بے بنیاد و درست تھی دریں نامہ لکھ کر

الآباد: مورخہ ۳۰ جون ۱۲۵۶ھ

سے ملا خلیفہ ہوا۔ اس کتاب کو چھ باب۔

کوئی کسر نہیں تھی، جو ان کے کچلنے کے لئے اٹھار کھی گئی ہو۔ اس سلسلے میں حکیمت نے جو تعداد دے رکھی ہے، ان میں مقدمات سازش کا نام نہ خنواں آتا ہے۔ یہ مقدمے ۱۸۶۷ء سے ۱۸۷۱ء تک ہونے لگے۔ ان کے مختلف حصوں میں دھڑکے گئے۔ زیر نظر سطور میں ان ہی مقدمات کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا امرتسر کاٹھ انبالہ ۱۲۸۰ھ | یہ اور بیان ہو چکا ہے  
اپنا نام اس طرح انجام دیتے تھے کہ کسی کو کانوں کو ن خبر نہ ہو۔ مگر  
میں نے ان کی فوجوں کے اس زکا انکشاف کیا کہ یہ جدی مقتولوں  
میں سے ان کی بڑی تعداد ہے۔ جو رنگ و روپ میں چرب و زنجار  
بیکار کے شکار ہوئے ہیں۔

۱۔ ان کی شہرت وہ ہے کہ ان کی خبر سنی کی مر مر رستہ سے  
انکشاف میں ہوتا ہے۔ نیز تمہارے پیش پیشوں نے بھی خیر خواہی کا حق دیا۔ خاقانی مجدد  
غیر مجید بادشاہ ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳ء) میں حیرت انگیز اپنی شہر شہر  
میں گورے مجیدوں کا ڈر ڈر دیا ہے۔ اس کے دو شعر عرض ہیں۔

در شان پرندہ خانی وند وند

زادہ الشقی غوب مرض

مقتول شہر قہر

فرقہ دہان اہل عنبر

شہر میں مسکین ترو۔

ہندوستان کی پہلی سولہ سو سال

۱۸۶۳ء کی مہم اسی کے بعد کہ برطانوی گورنر جنرل نے گورنر  
اس سے پہلے بھی، بلکہ الحاق پنجاب کے بعد ہی سے حکومت  
کی نگاہ ان لوگوں پر تھی۔ مگر اس سازش کا حقیقی نکتہ ایک مذہبی  
افغان غزنی خان نے کیا۔ راجا صاحب فرماتے:-

”مئی ۱۸۶۳ء کو گورنر جنرل نے انبیاہ جاتے ہوئے خدمت کرتا ہوں ایک  
سوار پولیس سر جنٹ غزنی کے ہاتھ گرفتار ہوئے۔ غزنی خاص دست  
زنی علاقے کا باشندہ ہے۔ اس نے چاروں ہتھیاروں کی فہم و فہمیت  
میں ان لوگوں کے مشابہ پایا، جو برطانوی فوج کے ہاتھوں ستم نہ والی  
لڑائی میں گرفتار ہوئے تھے۔ یہ ہنگامی ہتھیار تھے، سامنے پیش سے  
گئے۔ لیکن بعد میں رہا کر دیئے گئے۔ غزنی خان نے اپنے بیٹے کو لے لیا  
اور بہ در یافت کر لیا کہ مولوی جعفر تھانوی کے فریاد شناس اور اس سے  
پہلے تک چاندیوں کی مدد کی جاتی تھی۔ یہ اشاعت نہایت غلط  
پروپیگنڈا پارسن (Q. D. Parson) کو دی گئی جنہوں نے  
تفتیش نہ کی۔“

راجا صاحب فرماتے ہیں: ”میں رجسٹرڈ کے بارے میں اتنا Reginald

of Native Infantry کے بارے میں سب سے پہلے گورنر جنرل کے سامنے

مذہب میں جو غلط فہمی تھی وہ یہ تھی کہ وہ مذہب میں جو غلط فہمی تھی

مذہب کے بارے میں جو غلط فہمی تھی وہ یہ تھی کہ وہ مذہب میں جو غلط فہمی تھی



یہ روایت اور اس مقدمے کی کثرت نمیدار و نشا اور پڑھنے کے لئے لکھنا ایک  
 ٹھیک بیانات کی ہیں۔ مولوی محمد جعفر صاحب تھانوی نے اپنی کتاب تواریخ  
 عجیب میں اس مقدمے کی پوری روداد قلم بند کر دی ہے، جو اپنے بیانات کی  
 سادگی اور پرمکاری کے لئے اس سے پہلے کے قابل ہے۔ یہاں سازش کے  
 انکشاف سے متعلق مولوی محمد جعفر صاحب کی تحریر بھی مد خط کر لی جائے،  
 تاکہ سرکاری "ہرمن فن" اور ایک تبدلے محن کے بیانات کا مقابلہ کر کے  
 بین السطور مفہوم اخذ کیا جاسکے۔

"ایسے نازک وقت اور دشمنی کے ایام میں [یعنی اسپین کی "مہم" کی  
 قوت کی تباہی کے دنوں میں] اور دسمبر ۱۸۶۳ء میں اپنی ۲۰ ہجادی المثنائی  
 ۲۸ ستمبر کو ایک سو پچیس متعینہ چوک پانی پت منع کرنا لکھی غزن خان  
 نام ایک، ایسی افغان نے کسی ذریعہ سے میرے حال سے واقف ہو کر  
 اور ایسے وقت میں اپنی دنیوی بھلائی کا موقعہ جان کر ایک بڑی لمبی چٹری  
 کیفیت خیر خواہانہ ہوا کے ساتھ بھنور صاحب ڈپٹی کمشنر کراچی کے  
 حاضر ہو کر یہ بخیری کی کہ یہ جنگ جو ہندوستانی قافلہ [فاطمہ] اولوں کے ساتھ  
 سرحد پہنچ رہا ہے لہذا ان لوگوں کو محمد جعفر نمبر دار تھانویہ روپیہ اور  
 آدمیوں سے رد دیتا ہے۔ نیز ڈپٹی کمشنر کراچی نے یہ داستان سن کر  
 بذریعہ ربرقی قافلہ تباہ کیا کہ جس کی حدود اراغی کے اندر رہا شہر  
 واقع ہے نیز کچھ دی (مست)۔"

ہندستان کی پہلی آمد می تحریر

جب داستان چھتری سہ۔ تو اس رود دام کا ایک دلچسپ باب

اور ملاحظہ کر لیجئے :-

”ادھر خیر خیری کر کے نکلا تھا کہ ادھر ہمارے ایک دوست ڈپٹی کمشنر صاحب کرناں کی مذاقات کو ان کے بنگلے پر پہنچے۔ جن سے عن التذکرہ صاحب موصوف نے ذکر اس خیر بی کا بھی کیا۔ جب بعد ان فراغ مذاقات یہ صاحب اپنے ڈیرے کو تشریف لائے۔ تو انھوں نے قسمی کا وانا نام ایک اپنے ڈاکر سے جو میرا ہمسایہ تھا، بطور اسوئیں حال اس خیری کا بیان کیا۔ کا وانا کو ر یہ حال سن کر اسی وقت اس کی خیر کرنے کو تھا نیز سرد و تر پڑا۔ لیکن خوبی تقدیر سے کچھ زیادہ رات گئی، یہ شخص تھا نیسہ میں پہنچا اور سب سے پہلے میرے مکان پر آیا۔ مگر میں اس وقت گھر کے اندر سو رہا تھا۔ وہ اس وقت رات کو پہا را دروازہ بند اور سیم کو سوتے دیکھ کر ایسے رام کے وقت ہم کو تکلیف دینا منہ سب نہ جان کر اپنے دل میں سوچا کہ فجر کو نہ کر دوں گا۔ ادھر تقدیر اس کو تورا دروازے پر سے ہٹالے آئی۔ اب ادھر رہا کہ کی کیفیت سنئے۔ جب انبالہ میں یہ تاریخ سہ پہنچی تو ایک ورثہ میری خانہ تلاشی کو جاری ہوا۔ ورکپتان پار سن صاحب دستہ سہ پرنٹسٹ پولیس ایک جمعیت کثیر پولیس کی لے کر آواں رات میرے مکان پر پہنچے۔ (مستند)

پھر کیا ہو؟ اس کی تفصیلی سہ گزشتہ تواریخ عجیب سے مندرج ہو گئی

لہذا سن نے اپنی شہادت میں انسانی کی کہ ”ادھر“ ”تشریف“ ”بی“ ”و“ ”پ“ ”ر“ ”ش“ ”و“ ”س“

ہندو نے بھی اپنی کتاب میں اس مقدمے کی تفصیلات دی ہیں۔ اس  
سے ہم یہاں دوران مقدمہ کی تفصیلی کارروائیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے  
صرف ضروری باتیں ذکر کرتے پر اکتفا کرتے ہیں:-

اس مقدمہ میں کل گیارہ مقدمے تھے جن کے نام درج ذیل ہیں:-

(۱) مولانا نجفی علی جعفری صادق پوری - عمر ۲۴ سال -

راؤنڈ ٹائٹل ان کا عہدہ امیر الہ غلطین بنایا ہے۔ اصل میں یہ نظام  
جماعت کے ذمہ دار تھے۔ انھیں سرغنہ کے لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے  
اور بحال طور پر۔

(۲) مولانا عبد الرحیم صادق پوری - عمر ۲۴ سال - تھوڑا سا سال

ہذا اثر اندازان میں رہ کر ۲۴ سالہ چھپے میں رہا ہوئے اور بڑی عمر پا کر  
سب سے پہلے میں وفات پائی۔

(۳) منشی محمد بیسٹیک بیسٹیک - عمر ۲۴ سال، ساکن تھی بیسٹیک فصاح انبالہ۔

تمام اسیران بلان میں یہ سب سے زیادہ ہوشیار اور معاملہ فہم تھے۔ پورے  
مقدمے کے دوران میں انھار نے کوئی وکیل نہیں مقرر کیا۔ اور بڑی  
قابلیت کے ساتھ گواہوں پر دہشت کی۔ مولوی عبد الرحیم صاحب کے ساتھ  
یہ بھی رہا ہوئے۔ اور ایک عمر سے آزاد رہ کر ۹۰ عمر میں رحلت کی۔

سے گرفتاری دہشتوں کی ہوئی۔ مزید مذکور کیا رہ آدمی قرار دئے گئے۔ کچھ دسے کر

چھ مہینے گئے۔ اور بعضوں سے ان کو ادب کر سٹکار دی حاضر کی۔

بندستان کی پہلی سڑکی

سید صاحب کی قائم کی ہوئی جماعت میں یہی ایک ذمہ دار آدمی ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سید صاحب کے ہنگامے میں شرکت کی تھی۔

(۴) میاں عبدالغفار۔ ساکن (پٹنہ) راولپنڈی کے نامور

والد منگو قوم کوٹری عمر ۲۵ سال۔ ملازم ملزم پٹنہ یعنی مولانا عبد الرحیم ہے۔ اس غریب کو کہا معلوم کر رہے ہیں کہ اس ملازم کو کچھ سے زیادہ سزا دے کر تھے۔ یہ بزرگ امی و مولانا بیت علی (پٹنہ)

کے خادم تھے۔ مولانا فرحت حسین (پٹنہ) اور مولانا بکشی

(پٹنہ) سے تربیت حاصل کی۔ مولانا عبد الرحیم صاحب کے

ساتھ اندازاً ۱۰ سے ۱۵ برس ہوئے۔ کوئی تیس برس ہوئے کہ ان کے امتحان ہو گیا

خود مولانا عبد الرحیم اور ترمذی آخرین علمائے صدیق پورائیں سید کی میسر

عبد غفار کہا کرتے۔ صحیح تاریخ و فائن نہ معلوم ہو سکی (پٹنہ)

۵۔ تاجی میاں جاناں ساکن گلگلی (Gulgerally) ضلع پٹنہ

بندستان، عمر ۶۵ سال، نہانہ جیل میں وہ بند تھے۔ سزا کے

بعد ان کے ملاقاتی اساتذہ کا سب سے زیادہ باخبر نہ ہندو خیم کے گریہ

بایا گیا۔ شہادتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مولانا مولانا شہزاد

تھے۔ ان کے بھائی قاضی مراد علی نے ان کے خدائے تبارک و تعالیٰ کے

سے سبکی پٹنہ کلر نہ ہے ورنہ وہ سزا یافتہ نہ ہوتے۔ ان کے

سے بڑے



بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد ضبط کرنی گئی تھی۔ اور قاضی مراد  
شہادت کے بعد ان سے یہ انعام بھی ملا تھا۔

یہ بات بزرگ تمام ابتلا و آزمائش میں ثابت قدم رہے اور اپنی  
ثابت قدمی سے ہمیشہ کی یاد تازہ کر دی۔ (اسیہ ان ابتلا کے اہم و مصائب  
نکیرا خیریں آئے گی)

۴۔ شفیق انبالوی۔ یہ پیشے کے اعتبار سے قصاب تھا اور  
نویں سو روپے میں گوشت سپلائی کیا کرتا تھا۔ اور لاکھوں روپے کے  
لا روپے ہوں گے۔

اس پھر کنڑا و لینڈی تھی، اور مختلف چمادنیوں میں اس کے  
کے لئے قدرت۔ اور ستھانہ کی بھادی چمادنی کوڑے زیادہ تر اسی کے  
ذریعے جلتے تھے۔

۵۔ سیدنا پل مولانا یحییٰ علی اور ششی محمد حفری صاحب کے ساتھ  
سے پھر کنڑا و لینڈی تھی۔ سیدنا میں ان تینوں کی سزا کی بنیاد  
جو پوائش کٹے تھے اور دو روپے کے شہر سے بدل دی (۱۴۲ گشت)

۶۔ سیدنا پل مولانا یحییٰ علی اور ششی محمد حفری صاحب کے ساتھ  
سے پھر کنڑا و لینڈی تھی۔ سیدنا میں ان تینوں کی سزا کی بنیاد  
جو پوائش کٹے تھے اور دو روپے کے شہر سے بدل دی (۱۴۲ گشت)

ہندستان کی پہلی مسدودی ٹریک

لیکن اول دن ہی سے اس کے قدم اڑکھڑا رہے تھے۔ بعد میں دوسروں کے ساتھ یہ بھی وعدہ موافق گواہ بن گیا تھا۔ ۱۸۶۵ء کے مقدمہ سازش چٹنہ اور ۱۸۶۷ء کے آخری مقدمہ سازش (چٹنہ) میں اس نے سرکاری گواہ کی حیثیت سے شہادت دی۔ کل دو برس یہ قید رہا۔ لیکن سرکار نے اس کی جائداد ضبط ہی کر لی اور واپس نہ کی۔ مولوی محمد عیسیٰ صاحب کا بیان ہے کہ اس کی جائداد پچاس لاکھ کی مالیت کی ہوگی۔ چٹنہ نے اس کی بہت بڑائی کی ہے اور جی بھر کر گالیاں دی ہیں۔ یہاں تک کہ سود خواروں کا الزام بھی مائد کیل ہے، جو بالکل ناروا ہے۔ اور محمد شفیع نے ایک مختصر بیان کی حیثیت سے اسے کردار کا ثبوت نہیں دیا، پھر بھی حق و انصاف کی خاطر ہینٹر کے اس ناروا الزام کی تردید ضروری محالہ ہوئی۔

(۷) عجب ابریم انبیاوی۔ عمر ۳۵ سال۔ یہ محمد شفیع کا چھٹا رشتہ۔ بعد میں اس کا بھائی دانا بھی سب گویا تھا۔ محمد شفیع کی شرح اس کے قدم میں بھی شروع ہی سے انحراف تھی۔ اور یہ بھی بعد میں سرکاری گواہ بن گیا تھا۔ یہ صرف ڈیڑھ دو سال قید میں رہا۔

(بقیہ شیخ متب) شہادت حاصل کرنے کا موقع نہیں دیا۔ (مستند)

مسجد بنی شمس، یہاں دو جہانوں میں، قید و شقت و سرگردانی و ساق شمس و سحر

لذت و راجہ کیوں کیا جانتے؟

سے رائج عجیب: مستند

(۵) عبدالغفور ولد شاہ علی خاں ساکن قلعہ شاہ آباد۔ بہار رائے اڑی  
 باغ بہار۔ حسب روایت مولوی عبدالرحیم صاحب (عمر ۲۵ سال)۔ یہ شخص  
 میں مولوی محمد جعفر صاحب کے پاس مقیم تھے۔ بعد میں یہ لکھنؤ میں ملازم  
 ملازم تھا۔ پہلے عبیدر ریائے شہور کی سزا ہوئی۔ پھر دس سال رہ گئی۔ قید  
 سازش پٹنہ ۱۸۷۱ء میں یہ بھی سرکاری گواہ تھا۔ پٹنہ رائے عبدالغفور  
 کہتا ہے، جو صحیح نہیں۔

(۶) حسینی ولد محمد بخش۔ عمر ۲۵ سال، تیسرا۔ یہ مولانا عسکرت اللہ  
 کی زندگی میں شریک تھا۔ وہ چک قسام بعد میں بہار میں کے کھواں میں مولوی  
 محمد جعفر صاحب کا معیت ہو گئے تھے۔ مقدمہ سازش، پٹنہ ۱۸۷۱ء میں  
 سرکاری گواہ کی حیثیت سے اس کی شہادت ہوئی تھی۔ مگر سب سے  
 قید رہا۔

(۷) حسینی ولد محمد یوسف۔ عمر ۲۵ سال۔ یہ لکھنؤ میں ملازم  
 ملازم تھا۔ یہ دس برس قید رہا۔ مقدمہ سازش، پٹنہ ۱۸۷۱ء میں اس کی  
 شہادت ہوئی تھی۔

(۸) ان بخش ولد محمد بخش۔ عمر ۲۵ سال۔ یہ مولانا احمد رائے صاحب  
 لکھنؤ میں مقیم تھا۔ سازش پٹنہ ۱۸۷۱ء میں اس کی شہادت ہوئی تھی۔ وہ  
 زیادہ تر مرنے کے وقت تک قید تھا۔ اس کا خود اپنا کہ روایت کرتا تھا  
 کہ سزا سنائی گئی۔ وہ ام عبیدر ریائے شہور کی سزا ہوئی تھی۔ پھر دس سال

ہندستان کی پہلی سلامی تحریک

مقدمے (۱۸۶۵ء) میں سرکاری گواہ کی حیثیت سے اس کی شہادت  
ہوئی۔ اور معاف کر دیا گیا۔

ان اسید بن بن میں معرفت مقدم الذکر پانچ حضرات اخیر تک ثابت قدم  
رہے۔ جن میں سے ایک (قاضی میاں جان) نے سزایابی کے بعد انبالہ  
جیل ہی میں وفات پائی (۱۲۸۵ھ)۔ اور وہ جو ان سب میں محترم  
اور باخدا تھا، دو برس اندمان میں رہ کر سفر آخرت کی رہی (۱۲۸۵ھ)  
میری مراد جناب مولانا یحییٰ علی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، جو اپنے نقوی اور  
اخذ ص و جہاد کے لٹاؤ سے ائمہ سلف کا نمونہ تھے۔ باقی تین بزرگ زیادہ  
سنت جاں نکلے۔ سیدی میاں عبد الغفار، مولانا عبد الرحیم وفات (۱۲۸۵ھ)  
اور ششی محمد جعفر صاحب تقابلی سری وفات (۱۲۸۵ھ)۔ ان میں سے  
سے رہا ہو کر وطن واپس آئے اور یہی وہ بزرگ ہیں جن کی زبانی دستاویز  
اٹرتی ہوئی کچھ ہم نا آشنا یاں راہ و رسم منزل تک پہنچی ہے۔ اس اہم و ارزش  
کی داستان کا خلد عہد اسیرانِ بل کے مصائب کے غمین میں روشن کیا جائے گا۔

ان تمام اسیرانِ بلا میں مولانا یحییٰ علی ہر حیثیت سے ممتاز و غیر معمولی  
شہنشاہی بے غبار تھے کہ تمیز بخاری و کرم و ہوشیاری کے ساتھ شہادت  
نہیں دی یہ صحیح ہے لیکن اہم و ارزش کے مقدمے ہندوستان کے ہندو  
جس طرح انہیں دبا دھوکہ کرتی رکھ گیا ہے۔ مقدمے کے مقدمہ گوہوں سے  
عدالت میں برہان کا رکھنا نہیں ہوتا۔ اس حسب نے شہادت پر دیا۔



تخصیص کے مالک تھے۔ ان کے منتقد کمالات اور خصوصیات کے بیان کی

یہاں گنجائش نہیں۔ سر دست انبالہ کے کیشن جے سربربرٹ یڈورڈس Sir Herbert Edwards کے رسکارکس یا تاثرات کا پیش کردینا کافی ہوگا۔ سینٹر کی زبان میں شاید یہی عدالت نے کسی مزم کے متعلق ایسے موثر الفاظ کہے ہوں "سربربرٹ سزائے موت کا حکم سنکے ہوئے فرما رہے ہیں۔"

یہ امر یا یہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ یہی علی ہی اس سازش کا کرتا  
دعوت رہا ہے، جس کا انکشاف اس مقدمہ کے دوران میں ہوا۔  
وہ ایک مذہبی غلط فہمی اور انتہائی مقدس قیدی کے مطابق،  
پٹنہ کی مسجد سے سامان کے قابل غارت اصولوں کی شامت  
کرتا رہا۔ جہاد کی تبلیغ اور رومیوں کو فراہمی کے لئے، اس  
نے ماتحت ایجنٹ مقرر کر رکھے تھے۔ اس نے اپنی سازشوں  
سے برٹش ہند کو ایک ایسی سرحدی جنگ میں ڈھکیل دیا،  
جس میں سیکڑوں جانیں ضائع ہو گئیں۔ وہ شہور عالم ہیں  
ان کے متعلق عالمی مائیں میں پیش کیا جاسکتا ہے انھوں نے  
جو کہ کیا، سوچ سمجھ کر اور عزم راسخ کے ساتھ باغیانہ طریقے پر  
کیا۔ ان کا تعلق ایک موروثی باغی اور جہادی خاندان ہے۔

He belongs to a hereditary disloyal  
and fanatical family

ہندستان کی پہلی سیدمی تحریک

نیا پان کے زمانے کے ختم ہونے پر صاحب مولانا علی کاوشی نے جوہنہ

صاحب تھانہ کی کتاب پر اس طرح اظہار سید روی فرماتے ہیں :-

”جعفر غفری نویں، مریخی علی و اعجازی و فریدی کا دور ہے

نہیں یہ دور بد سے کوئی مرزا است، طبیب کی ۔ دور بڑے سے

اور پ، سوال کوئی ہے ۔ انہوں نے اپنے طبیب کی، میں یہ کہو

تھیارت ہر و ش کیا، جسے ایک جوڑے مذہب نے ان کے

ہاتھ میں دے دیا تھا ۔ انہوں نے اپنی غلامی کی سزا بھگت

لی تھی ان کے اس انجام کو درد مندانہ دیکھتے کہ ساتھ

یاد کر کے گی۔“

پہلے انہوں نے غلامی کے خلاف اور بعد میں انہوں نے غلامی کے خلاف

کی ہے۔ انگریزوں و رعایا کی طلب کرنے کے باوجود یہ تحریک نہ ہو سکی۔

مستحق نہیں ۔ اس مقدمہ سرزنش اور گرفتار و تفتیش کے نتیجے میں

انداز و مشورہ ذیل بیان سے جو نکلا :-

”اس بغاوت کے قیام میں پہلی، جو مقدمہ کے دور میں

ہوئے ۔ ہیں ۔ (۱) حیرت انگیز بیست تھیں ۔ اسے دور

درائے تک پہنچے ہوئی بغاوت کو منسلک کیا گیا۔ رزوری

جس سے اس کی سختیت عیدہ کا رد واثبات کے ساتھ



ہندستان کی پہلی سوامی تحریک

پٹنہ نے اس احتیاطی تدبیر کے طور پر انھیں بے قصور گرفتار کر کے حراست میں رکھے۔  
تو وہ معطل کر دیا گیا۔ لیکن یہ ٹیڈ پٹنہ ہی میں وکالت کرنے کے اور موقع کی  
تک میں لگا رہا۔ جب انہوں نے مقدمہ شروع ہوا، تو پھر حریفوں کی بن آئی  
اور ٹیلر نے آسمان زمین ایک کر دیا۔ اور حکومت نے مولانا احمد کو گرفتار  
کر کے ان پر ایک مقدمہ چلایا (۱۸۶۵ء)

یہ مقدمہ پٹنہ میں شروع ہوا (Munro) (فیشینٹ ٹریڈنگ کمپنی کے افسر)  
میں پیش ہوا۔ پھر مسٹر نیسل (Ansdor) (سٹیشن بیج کے اجلاس میں عدالت  
ہوئی۔ دونوں اجلاسوں میں سزا کے موت کا حکم ہوا۔ پھر کلکتہ ہائی کورٹ

W. Taylor کے نام  
Twenty-eight Years in India  
جلد ۲ صفحہ ۲۶۷-۲۶۸

مولا محمد علی کے ساتھ ان کے مومن شاہ محمد حسین صاحب دت صاحب (میدانی)  
سید صاحب اور مولوی وغیرہ نے صاحب سکن گورنمنٹ، پٹنہ، جی کے میں مذکور  
گٹ۔ یہ لوگ تین مہینہ تقریباً کی حالت میں رہے پھر ہر گز دیکھ گئے اور شہر معنوب  
ہو کر معزول کیا گیا (تذکرہ ص ۲۶۷-۲۶۸)

سے ڈیڑھ ستر کی معزولی کے سلسلے میں مسٹر Samvels (ریونیوٹنر بینڈوینٹ اور  
گورنمنٹ آف انڈیا کے دھرم جوہر دست ہوئی تھی۔ اس کی ایک مطبوعہ کتاب (مطبوعہ  
رنگ کی غرض سے گزری ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیر نے بعض مقامی مسلمانوں کی  
ورد میں وقت پٹنہ اور اس کے قریب میں موجود ہے کہ اصل خوری پہولان سمیت تارک گرفتار  
کیا تھا (مراسلات مذکورہ صفحہ ۱۸-۱۹)



ہیں یہیں پہلی بھارتی، تو سزا موت جس دو ماہ سے بدل گئی۔ انڈیا بھیت گئے،  
اور وہاں کئی سو کارکنوں کو زلزلہ ہوا۔ اسی غم و غم اور جلا وطنی کے  
مادہ میں تقریباً سولہ برس زندگی گزار کر ۱۹۰۶ء سال کی عمر میں جان جان آفریں کے  
سپہر کی (ذی الحجہ ۱۲۵۵ھ)۔

یہ دوسرا مقدمہ سرزنش بعض حیثیتوں سے نیا ص اہمیت رکھتا ہے۔  
(۱) نبالہ والے مقدمے کے "ماخوذین" کا جرم واضح اور ثابت تھا۔  
مگر مولانا احمد اللہ کے شہادت کوئی معقول وجہ موجود نہیں تھی۔ ۱۸۶۲ء تک  
تو وہ ن معاذات سے گویا ایک تکتے ہی۔ آخری سال بھر کے وقت سے  
متعلق کبھی کوئی قابل وثوق شہادت نہیں تھی۔ ان کے مقدمے کی ساری  
کارروائی اور فیصلے راقم کی نظر سے گزرے ہیں۔ پورا مقدمہ بنایا ہوا معلوم  
ہوتا ہے۔ خود حکام کو اس بات کا اقرار ہے کہ انی بخش (ملازم انبالہ) کی شہادت  
کے بغیر مولانا احمد اللہ کی سزایابی مشکل تھی۔ اور انی بخش ۱۸۶۲ء میں  
گرفتار ہو چکا تھا۔ اس کی مشروط معافی مولانا کی سزایابی کے بعد ہی ہے۔  
(۲) دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس مقدمے کے جڑی ٹریٹ مسٹر اونسٹ

( T. D. Ravenshaw ) اپنے شخص میں، جنہوں نے ہاتھ بٹلے

مجاہدین کے اعمال "اور سرگرمیوں کا جائزہ لیا۔ اور سرکاری افسر نے

مسٹر (G. F. Cockburn) مکشہ ٹینڈ ڈویژن بنام سرٹیری گو رنٹسٹ

جنہوں نے مورخہ ۱۳ مئی ۱۸۶۵ء۔

سے ایک نامہ "قیدی یادداشت" (Memorandum) حکومت کو بھیجی، جس میں بنگال اور یہاں کے تمام بلغوں اور کارکنوں کی فہرست و اس فہرست بھی گنتی جس کی وجہ سے یہ غریب مسیغ اور کارکن تقریباً دس سال تک تنگ کئے جاتے رہے۔ اور اسی کی وجہ سے بنگال کے مختلف خوش حال اور غلام تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ مشہور بنگالی قانون دان محمد عبد الرحیم نے ایک موقع پر یہ حقیقت ان دنوں میں نہ سہی کہی ہے۔

"اس وقت میں حکومت نے وہابی تحریک کے سبب سے بچنے کے لئے ان پر پابندی لگائی، بنگال کے مسلمان جاگیرداروں اور زمینداروں کی تمام ایک چور قبیلہ میں پورے صوبہ بنگال کی چوتھی ذیلی نسبت کرنی۔ جس سے ہزاروں مسلمان خاندان برباد اور پریشان ہو گئے۔ خطبہ بعد از استم لیاگ (۱۸۳۷ء)"

مکتوبہ یہ بیان چھ ماہ بعد اس کے کیا گیا، پھر ان امور سے متعلق کا تذکرہ ان سے ہوتا ہے۔ ہندو اور اونٹن وروہ سے اندر لکھنے والوں کا تذکرہ راشن کی ہی یادداشت ہے۔

(۴) اسی روش نے اپنی یادداشت میں پیش پل کے بعد چار غیر متوازن جائیدادوں کی فہرستیں لکھی ہیں، جن کے بعد ہندو اور مسلمانوں کے افراد، تیز دو ٹمر کے کارکنوں کے خلاف سخت کارروائی شروع ہوئی۔



ہندستان کی پٹی، سردی تھریا

ضٹک رو گیا۔ مول ملک کے بڑے بیٹے حکیم محمد الحامد علیہ السلام آبادی راجہ اس وقت  
نورجوان طبیب تھے اور جہ میں ادیب و طبیب کی حیثیت سے ہمیشہ شہرت  
حاصل کی، اور استادِ استاد کے درجے پر فائز ہوئے۔ استادِ محترم  
مولانا سیدنا سلیمان ندوی رضی اللہ عنہ انھیں قاقانی ہندو کتب سے یاد کرتے  
ہیں) کا مختصر سادہ و آسان بھی ضبط کر لیا گیا۔ تنویری شہر آشوب میں لکھتے ہیں۔

|                           |                             |
|---------------------------|-----------------------------|
| نام نان و نشان قوت میرس   | صورت قوت زلیخوت میرس        |
| وال قوت و نشان و منزل من  | نما غیب داند و دل من        |
| یک دوا خانہ و جہ قوت بود  | مایہ قوت زلیخوت بود         |
| آمد آن فائدہ ہم بمعرض ضبط | شد ہمہ ظہر و زلیخوت بے ریلد |

”اس ہنگامی سہ کے بعد کیا ہو؟ اس کے بیان کے لئے ایک دفتر ہے۔

مختصر یہ سمجھئے کہ خاندان صادق پور کی تمام عورتیں وزبجے حکیم راجہ حیدر حسین  
صاحب رات مکہ معظمہ ۱۲۵۶ھ کے مکہ ان میں پنہا گزری ہوئے۔ حکیم  
صاحب بھی نندان صادق پور سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔ مگر وہ متذکرہ مذکور

سے متاخرین عہد سے صادق پور کے سب سے بڑے بیگم تھیں۔ جس طرح سر مشہور  
حضرت صادق پور سے دو رہا ہوئے، احمد متذکرہ رات شہر کے شاہ تھے۔ خاندان ہندو

عبد شہید صاحب علیہ السلام آبادی رات شہر سے راجہ کوئی نسبت برفہر ہے جس سے  
دوادی مولانا حکیم محمد علیہ السلام صاحب رات شہر ۱۲۵۶ھ میں ان صاحب کی تحفہ کی تھی۔

انہیں ہیں کہ ذیل شہر میں است



جی سی مائیکہ سحر کر گئے تھے۔ جب ۱۲۸۸ھ نومبر ۱۸۷۲ء (۱۲۸۸ھ) دروہیں  
 تیرہ برس زندگی گزار کر ملک حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ اس لئے ان کے  
 مکتب انبیاء کی دست برد سے بچ گیا۔ اور پورے صادق پور میں ہی ایک  
 مکان ہے، جو اپنے حال پر بیک باقی ہے۔ مردوں میں صرف حکیم  
 عبد الحمید صاحب دیکھ بھال کے لئے تھے۔ مولوی محمد حسن صاحب  
 بن مولانا ولایت علی صاحب اولاً بہت کم سن تھے۔ دوسرے وہ  
 حکیم سے لے کر انبیا تک مقدمات کی پیروی میں سرگرداں تھے۔ حکیم صاحب  
 نے اپنی شہرہ میں اس بے کسی اور فتنہ ویرانی کے دردناک منظر گیمینی چاہتے۔  
 کئی احوال مختلف مرقوم  
 چوں شب عید را سحر کردند  
 ضبط آواز جملہ مال و متاع  
 بہر با بود آہ جرمے سخت  
 اصرار نہ بد چہ مرد و چہ زن  
 ہمہ سرگشته بے وسال و ن  
 سن نہ تنہا کہ ہمہ ہم تنہا  
 نایب غیش ساز ما تشر شد  
 ما جرائے خیال آل مظلوم  
 ہمہ را از مکال بدر کردند  
 نقد و جنس و ہمہ اثاث ضائع  
 بردن سوزنے ز جملہ رخت  
 حکم پیرا بردن سوزن  
 نہ غم خیب و نہ غم دامن  
 بچکان و زنان و شیونہا  
 عید ما غرہ محرم شد

۱۲۸۸ھ میں صاحب ان کے بڑے بھائی کے پاس گئے۔ ان کے پوتے نے ان کی روایات کے  
 حوالہ دے کر ان کے پاس سے ان کے بھائی کے پاس سے ان کے بھائی کے پاس سے ان کے بھائی کے پاس سے  
 ان کے بھائی کے پاس سے ان کے بھائی کے پاس سے ان کے بھائی کے پاس سے ان کے بھائی کے پاس سے

ہندستان کی پہلی صدی تحریک

یہ نہ ویرانی ٹھیک سید کی صبح و شہر و عہد کی یاد دہانی ہے

آزادشیں... ہند کی پناہ...  
دست بستہ نہ کی برید ہی پر حکیم صاحب کے اثرات کبھی تو ملتے ہیں

تیس ہفتے

کتب دست مسلمانان

دند او سر کہ با تیر سہ لہو

راست گویند ویشی شانت مت

ان بیچاروں کی قہقہے ست کیوں کی باتیں کہ تار دہانے کے سنہ

شہدوں کے بہنیں شہر کا فی ہیں ہر

ہندو فتنہ چوں دند ہر سے تندر

حسب حال میں جو تیریں چیتند

معاذ فیہ من ربہ تعالیٰ

میں نے یہ دیکھا کہ ہندوؤں کی فتنہ

میں نے یہ دیکھا کہ ہندوؤں کی فتنہ

میں نے یہ دیکھا کہ ہندوؤں کی فتنہ

میں نے یہ دیکھا کہ ہندوؤں کی فتنہ

میں نے یہ دیکھا کہ ہندوؤں کی فتنہ

میں نے یہ دیکھا کہ ہندوؤں کی فتنہ

میں نے یہ دیکھا کہ ہندوؤں کی فتنہ

میں نے یہ دیکھا کہ ہندوؤں کی فتنہ

دل کا لہجہ کشتن ماست

دل منظر مہالبد سے خداست

یورین منکارتا بنا چاکرست

رہنشاہ تو مہرست کے

ڈمہ داران من و امان نے تیری کجی کجی کہیں۔ مومن بیدار

مذوق کی دفت شست نہ جیسے تیر سال کے بعد اندر سے واپس

ہوئے بدست ۱۳۰۰ تہ اندرانی قہرستان در و زمنظر دیکھ کر دل بیدار آیا

اور کرنا کہ تیرین کی انتہائی سختی کے یہ وجود لڑکی کی تیروں سے خون کے

قندے نیک پر سکے۔

کے کوشش میں پیر پندنت صاحب کے بنگلے سے رخصت ہو کر چلے

نہ سٹے میں چپا چہاں کہ میر سے لڑ چیاں تیر سے۔ میں کہہ رہا تھا

نہ سٹے پر گیا۔ تو وہاں دیکھ کہ تیر سے لڑ چیاں تیر سے لڑ چیاں

کے دست میں بنا دیا گیا۔ میں نے یہاں سے اور میں نے یہاں سے

مکہ نارت بن دست لکھے ہیں۔ میں نے یہاں سے لڑ چیاں تیر سے لڑ چیاں

چوہہ بشت سے رست کیا و تیر سے لڑ چیاں تیر سے لڑ چیاں

اور تیر سے لڑ چیاں تیر سے لڑ چیاں تیر سے لڑ چیاں

نہ سٹے میں چپا چہاں کہ میر سے لڑ چیاں تیر سے لڑ چیاں

نہ سٹے میں چپا چہاں کہ میر سے لڑ چیاں تیر سے لڑ چیاں

ہندستان کی پہلی ساری تحریک

وامدین ماحدین کی قبریں کھود کر اس پر بنائے عمارت میونسپلٹی بنا دی گئی ہے۔

یَا مَنْزِلَ الْعِبَادِ لِمَ هَلَلَهُ فَأَبَاؤُنَا بِدُشْرُقِ الْأَنْبِيَاءِ

[اے وہ منزل جس کے رہنے والے زمانے کی دست بردست رہے

اور انھیں زمانے نے ایسا منتشر کیا کہ پھر جمع ہونے کی توقع نہیں]

إِنَّ الَّذِينَ عَصَوْا اللَّهَ هُمْ يَكُونُونَ كَانِ الزَّمَانُ بِهِمْ مُتَشَارِكًا

[وہ جنہیں میں نے کہیں تیری آغوش میں آسودہ میں دیکھا تھا۔ زمانہ ان کے ساتھ

نفع، نقصان پہنچاتا تھا۔]

مَنْزِلُكَ مِنْ تَقْدِيرِ وَلِيٍّ نَزَلَ

[جونگ ب دیکھتا ہے، گھبراہٹا ہے۔ اور بھی مسرت سے گبر رہتا ہے۔]

آغوش میں ہزار ڈھونڈتے تھے۔]

ذَهَبَ الَّذِينَ يُعَاشُونَ فِي الْكَفَرِ

[وہ لوگ تو بزرگ، جن کے سامنے زندگی زندگی تھی۔ یہ وہ لوگ رہے

ہیں، جن کی زندگیاں کسی کام کی نہیں۔]

”اے مسرات نامہ من۔ اس وقت اس حریت کا جوہر۔۔۔ موت کے

ساتھ کی گئی، جو صدمہ دل پر گذرا۔ وہ بیرون از جہنم تشریف لے رہا ہے۔

اس وقت تک اس کی یاد سے بدن کے رونٹے تک کھڑے ہو جاتے ہیں

یہ کچھ مجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے جرم میں ہمارے موت و جاں کا

سبب شعلوں کا یہ جہنم غشی نہیں کیا گیا۔



قبریں کیوں کر نمودی گئیں۔ اور وہ منبرہ کیوں معرض فضاہی میں آیا؟ ہمارے  
مداول کو نمٹنے کے کیوں یہ کام کیا؟ (تذکرہ ص ۵۵۰-۵۵۱)  
(۴) عداوت پور کے مکانات کے اندر مکے سے وہ راوتش صاحب کی  
ایک سفارش یہ تھی۔

”مقیمہ جہان پور کے خرافت سخت کارروائی کی جائے۔ ان کی  
جائدادیں ضبط کر لی جائیں اور ان کے مقامی یہ رکنوں پر کڑی نگرانی رکھی  
جائے غرض کرناجی بدرالدین (دعا کا) اور مولوی عبد الجبار (کلمتہ) پر  
مقیمہ جہان پور کی ہے۔“ (یادداشت ۳۲-۳۰)

راوتش کی یہ سفارشات قبول ہوئیں۔ اور پورے یہ راوتش کال  
میں دارو گیکہ بازار سالہا سال تک گرم رہا۔ ان سفارشات کی قبولیت  
کی اطلاع سکرٹری جنرل کو نمٹنے کے لکشنر پینہ ڈویژن کو ان غفلتوں  
میں دی۔

(i).....

(ii) حکومت پنجاب سے انجمن کی معافی کی کوشش کی  
جسے کی ذمہ داری کے تحت اور پانچ سو روپے کی واپسی کی۔

(iii-iv).....

(v) یہ تجویز کہ عداوت پور کے لکشنر پینہ ڈویژن کو دے دیا جائے۔

سید سید محمد رضا جہان پور کی ہے۔

جہنشت کی پہلی منزل پر

تو کہ اسے نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب میرے لئے ہے۔  
حکومت ہندوستان میں کیا ہے؟  
غیر مستحکم کی طرف سے کیا ہے؟

(۷۱) آیت گزین شریف کے منتخب جملے و ذکر

کی رپورٹ کی دفعہ میں آیا ہے۔ قانون میں بحوالہ داری  
کے ماتحت فوری کارروائی کی اجازت دیتے ہیں۔

اسی دو مہر سے مقدمہ سازش کی مندرجہ بالا تفصیل ملے ہوئے ہے۔

پاست. فنچ بدی می باشد که اس که نقش صورت خندان می آید بر آن

ان کے اعزّت و انصاف کو تباہ و برباد کرنا تھا۔ خدا ان کے دشمنوں کی

تو اسے مقدمے کی نذر چھوڑ دیا۔ وہ گئے انھوں نے اسے دیکھا۔

جہاں رہا گئے تھے۔ ان کے ساتھ تین اور بزرگے بھی

سپتمبر ۱۸۴۰ء تا جنوری ۱۸۴۱ء

از مقدسات این کیا بود و زنا کردگان جوان کو سزا دینے کے

کیا ایک یقین کئے گئے، اس کے متعلق ایک، افسانہ کا راز ہے۔

کتابخانه خشتی

جہتہ کہ یہاں سے اس کے لئے ایک

اس کو روئے پر نہ کرتے۔

من و نایبی: رز و اور کستن - میں سے میں دل دیا - اور جو ہر کو



ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

تیسرا مقدمہ سازش :- مالدہ ۱۸۷۵ء اور رات محل کے

نہیں مل سکی۔ پھر بھی نبالہ اور پٹنہ کے دو نواب مقدموں (۱۸۷۵ء اور ۱۸۷۶ء) کی رپورٹوں اور سرکاری کرائم فرائول کی تحریروں سے جو کچھ معلوم ہو سکا ہے، وہ درج ذیل ہے :-

”مقدمہ نبالہ کے بعد وہابی پنا پر و گینڈہ کرتے رہے۔ تا آنکہ حکومت تشدد پر مجبور ہوئی۔ اور مختلف مقدمات چلائے گئے۔ ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۷ء سازش، پٹنہ بھی اسی سلسلے میں چلایا گیا تھا۔ پھر کچھ سرائے ملا۔ تو ۱۸۷۸ء میں مالدہ اور رات محل کے مقدمے دائر ہوئے۔“

۱۸۷۸ء کے دو مقدموں میں، پہلے مالدہ میں مولوی امیر الدین بر چلایا گیا۔ مولوی امیر الدین کون تھے؟ ایک صاحب لکھتے ہیں :-

”مولانا وارث علی کے خدیفہ عبد الرحمن ٹکٹہ می نے مالدہ میں تبلیغ کی اور وہیں لبرل گئے۔ ان کے پو رکنوں میں ایک صاحب رفیعہ ندوی نامی تھے۔ وہ ۱۸۷۸ء میں گرفتار ہوئے۔ پھر رہا کر دیئے گئے۔“

اس کے بعد انہوں نے اپنے بیٹے امیر الدین کے ذمہ یہ خدمت کی۔ ۱۸۷۵ء کے مقدمے کے دوران میں امیر الدین کی شرکت بھی راجہ ٹکٹہ کو اپنا کام کرتا رہا۔ ان کے جتنے میں پورا مالدہ علاقہ اور رات محل بھی اور



ہنر متان کی پتی مادی تہیک  
مہشدا باجک کے پڑھتے تھے

۱۶۳

ایک شہنشاہی عہد سرکار (ملیفہ مرانا ولایت علی) مالدہ تبلیغ  
کرتے ہوئے تھے۔ پھر وہ رہ پڑے۔ شادی کر لی۔ اور ایک  
اسکول میں مدرس ہو گئے۔ ان کی تبلیغ کا میراب ہوئی۔ آدمی و رقم  
سہہ کر کے پچھتے رہے۔ مہمانان تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۱۸۵۳ء  
میں ان پر شبہ ہو کر گرفت رہا۔ پھر قید دیتے گئے۔

ان کے بعد ان کے بیٹے میراب کی امیر لہ بن گئے۔ جنہوں  
نے اپنے ترائی میں نہایت شوق سے انجام دیئے۔ مقدمہ چلنے لگے۔  
ان پر شبہ ہوا۔ تہنیدہ کی گئی۔ لیکن یہ اپنا کام نہ روٹھ کر تے رہے۔  
اور مقدمہ مالدہ کے افسر نے ان کے غیر جانبدار نہ ہند ایک حد تک  
تقریر فی کے لئے اس میں اس وقت سے لے کر ایتھری تا نہایت  
اپنے تدارک سے جو کو چار کی گئے۔ کئے گئے پھر ان کی کوشش کی گئی۔

۱۸۵۳ء میں یہ تہیک مہشدا باجک کے پڑھتے تھے

سے بہت عرصہ پہلے میں وہ رعبہ رعبہ میں تھے۔ مہشدا باجک (ولد  
یہ تہیک میں تھے۔ مہشدا باجک کے پڑھتے تھے۔ مہشدا باجک کے پڑھتے تھے۔  
مہشدا باجک کے پڑھتے تھے۔ مہشدا باجک کے پڑھتے تھے۔  
مہشدا باجک کے پڑھتے تھے۔ مہشدا باجک کے پڑھتے تھے۔

مہشدا باجک کے پڑھتے تھے

ہندوستان کی پہلی سوشل تحریک

رہنما کا یادداشتوں میں لکھا کہ رنڈل کے بارے میں سب

ذیل بیان ملتا ہے۔

”راقی شاہی کی طرح اس شخص میں جو بہت بہت تالیف ہے۔  
اسی زمانہ میں شیخ احمد رضا نے رنڈل جمع کیا، جو ایک مولوی کو دیا۔  
جو چند عرصہ میں اس کو رنڈل میں تبلیغ کے لیے آیا تھا۔ اس مولوی نے  
نام میر حسین داول رنڈل لکھا ہے۔ کچھ دن بعد اسے یہ بھانپا کہ  
کے جو یہ لکھا تھا رنڈل ہی تھا۔ تو اسے اور رنڈل آباؤ اجداد میں محبوب اور پاتنی  
ان میں مولوی میر احمد بن علی صاحب پروردگار نے بھانپا تھا۔  
وٹر کی طرح۔ پانچ گزٹ میں جس میں اور رنڈل لکھا ہے۔  
شعبہ کی منہ ہوں۔ رنڈل میں شیخ احمد رضا نے  
مولوی احمد رضا نے لکھا ہے کہ میر حسین احمد رضا نے  
ریک مدد کے ساتھ مشقت برداشت کرنا پڑی۔ بعد میں ایک بار  
کے معذرت دہانے کے ساتھ میں نام رنڈل لکھا ہے۔  
فردا کے بعد وہ موقع مل گیا۔ اور صرف دس گزٹ میں جو رنڈل  
کرنے کے بعد رنڈل واپس ہو گئے۔“

چوتھا نمبر ساراج الملک انڈیا

سفر کے بعد میر حسین احمد رضا نے رنڈل لکھا ہے۔  
رنڈل کے بعد رنڈل واپس ہو گئے۔

اندرونی ہے۔ یہ ایک بیرونی ہے۔ مادہ فنی ہے۔ جو ہندو مت کی ایک  
 دریا کی راہ سے راج محل اور مادہ پانی شہر پہنچے ہیں۔ راج محل کے  
 راج میں ایک قصبہ آباد ہے۔ وہیں ایک بڑا ایک بڑا قصبہ منڈل  
 کے نام سے جہاں کی تحریک سے قریب ڈیڑھ سو سال پہلے ہی۔ منڈل کے نواح  
 کے قصبہ و سرکاری پٹیل کہلاتے ہیں۔ راج محل کے قصبہ و سرکاری پٹیل کے  
 قصبہ کے نام سے یہ قصبہ منڈل کے نام سے یہ قصبہ منڈل کے نام سے  
 پورب میں اس طرح میں بنی دیند رتی اور منڈل کے راج کے نام سے  
 ہمت رہا۔ راج محل کے اپنے لئے والوں میں پروردگار کی عبادت کو ان  
 لوگوں کی دینداری کا بہت مدد کیا۔ یہی طرح اپنے ایک دوسرے  
 دوست شہر راج محل میں رہا۔ راج محل کے قصبہ و سرکاری پٹیل کے نام سے  
 کہتے تھے۔ راج محل کے والوں کی آمد میں راج محل کے نام سے  
 قصبہ یہ کہ مادہ کے بعد فور ہی راج محل میں راج محل کے  
 قصبہ و سرکاری پٹیل کے نام سے (اکتوبر ۱۹۵۷ء) اور تمام راج محل کے  
 قصبہ و سرکاری پٹیل کے نام سے۔ راج محل کے قصبہ و سرکاری پٹیل کے  
 قصبہ و سرکاری پٹیل کے نام سے۔ راج محل کے قصبہ و سرکاری پٹیل کے  
 قصبہ و سرکاری پٹیل کے نام سے۔ راج محل کے قصبہ و سرکاری پٹیل کے  
 قصبہ و سرکاری پٹیل کے نام سے۔ راج محل کے قصبہ و سرکاری پٹیل کے  
 قصبہ و سرکاری پٹیل کے نام سے۔ راج محل کے قصبہ و سرکاری پٹیل کے

ہندستان کی اپنی ساری حکومت

لوگ خوش حال ہیں مگر وہ ایک ہندوی ہو چکی ہے۔ ان کے وطن اس میں ہیں  
 ہیں۔ ایک مدرسہ بھی ہے۔ یہاں نہایت اشدت سے امت مسلمہ کو دہشت  
 کہ یہ امیر خاں کے ساتھ ۱۹۴۷ء میں لاہور میں آئے اور ۱۹۴۸ء کے  
 حکمرانوں سے پاکر دیئے گئے تھے۔ اور فی الحال انہیں بھی نہیں بھیجے گئے۔ منظر  
 مادہ اور راج محل کے مقدموں کی طرف صوفیہ سرسری سر پر  
 اشارہ کیا ہے:-

سندھ میں ایسے (یعنی خدایا کے) دو مرکز  
 توڑ دیئے گئے۔ ان کے سرکردہ مبلغوں کو غیہ جانب داری التبول سے عبور  
 دریائے شورو اور فیصلی املاک کی مندرجہ ذیل۔ ان کی سازشیں وہاں  
 برمانیہ کے من وہ کسی کو اور حکومت کو بہ آسانی مرعوب کر سکتا تھا۔

”غیر جانب دار خدائوں کا تجربہ تو اس ملک کے ستم زدوں کو بہت زیادہ  
 ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے  
 اس پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ البتہ اس کے بارے میں  
 یہ بینات شاید دلچسپی سے مناجست کرنا پڑیں کہ ایک بڑے نرم و نرم اور

ان سب میں جماعت سے زیادہ وقت ہٹا دینا (Kindly) Jama

سلطنت خلیفہ سے یہ بھی معلوم ہو کہ ان کے انتقال کا چوبیس ہفتہ میں ہو سکتا ہے۔ ان کے  
 پچھلے اس وقت زندہ ہیں۔ انہیں ایسے لوگ زندہ ہیں جنہوں نے ہر قسم کی کوششیں

سندھ میں ہٹا دینا



ان مقدموں میں فائنل بار برہمکار کی طرف سے پیر و کا مقرر رکھے گئے تھے۔  
اور انہوں نے انہیں رات محل میں بیٹھ کر دیکھنا کر امت علی جون پوری  
دفتر سپرنٹنڈنٹ جین کے بارے میں ہم یہ لکھ دیا ہے کہ ان کی روش  
سیدھا سب کے صواب فائنل کے مساک سے الگ ہو گئی تھی (کوئی سند  
تخلی کی ہے جسے ان کے عزیزوں اور معتقدوں نے ۱۹۱۴ء میں نہایت  
دیدہ زریب لایے پر طبع کر دیا تھا تاکہ "وقت پر کام آئے"۔

میں نے مولانا کو راست علی جون پوری کی تمام تصنیفات پڑھ کر  
مستحق تسلیم کی ہے اور اپنے علم کی بنا پر شہادت دے سکتا ہوں کہ  
انہوں نے اپنے کو ہمیشہ ایک راسخ العقیدہ (Orthodox) مسلمان  
وہابیوں کے گردن (Persistent Opponent) اور ہندستان  
میں برٹش رول کی حکومت کے ہوا خواہ کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

پانچواں مقدمہ سازش پٹنہ ۱۸۷۱ء | یہ آخری مقدمہ سازش  
پٹنہ میں ہوا۔

یہ بعض حیثیتوں سے زیادہ اہم ہے۔ پہلی بار مسلمانوں میں مشہور  
(D. M. Rebour) آفیشل جاسٹس جاسٹس جاسٹس پٹنہ کے  
اجلاس میں اس کی سماعت ہوئی۔ مجسٹریٹ نے اس راج کو ملزموں پر  
سزا دے کر انہیں پٹنہ جیل میں مقیم کیا۔ یہ وہی دور ہے جس میں دو بار  
پٹنہ میں بھی مولوی نے اس کی سماعت کی۔ مولوی نے فنی کے ذکر کیا ہے (صفحہ ۱۸۷۱)

مستطاب کی مہربانی

فرید پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔ اور لکھ کر سنی سپرد کیا۔  
سہریلاری کو جو کہ لکھ کر سنی سپرد کیا۔

بہار میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔

پور میں لکھ کر سنی سپرد کیا۔



ہندستان کی پہلی مسجد تحریک

برمی ہوئے۔ لیکن ان سب میں عجیب و غریب معاملہ میر تقی کا ہے۔

اور اس آخری مقدمے کی ساری اہمیت ان ہی کی وجہ سے ہے۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر بزرگ شخصیات و قیاموں میں گرفتار کئے گئے، ورنہ بھی درمیان میں رہا بھی کئے گئے۔ لیکن بدقسمت

میں ایک ساتھ چھاپا گیا۔ مولوی مبارک علی ۱۹۶۹ء میں مشتبہ طور پر

سلسلے میں گرفتار کئے گئے۔ حاجی دین محمد، پیر محمد، مبارک علی، محمد

۱۸۶۹ء اور ۱۸۷۰ء میں مختلف وارنٹوں کے ماتحت گرفتار کئے گئے۔

اور بار بار مالک مغربی و شمالی [موجودہ سدھو بہ جات متحدہ] و پنجاب

کے جیلوں میں منتقل کئے گئے۔

ایک مرتبہ کی بات یہ ہے کہ مبارک علی، مبارک علی، حسین دین

حاجی دین محمد جو شخصیت و قیام (۱۸۶۸ء - ۱۸۷۰ء) میں مشتبہ

پر "Prisoner" کی حیثیت سے گرفتار کئے گئے تھے

جنوری ۱۸۷۰ء میں رہا ہوئے ورنہ اس مقدمے کے لئے انہیں

گرفتار کئے گئے۔

لیکن جیسا کہ راقم نے ابھی عرض کیا، ان سب سیرت میں

امیدوں کا معاملہ سب سے عجیب و غریب ہے۔ یہ پٹنہ، جیل خانہ لکھنؤ

سے واپسی پر مل گیا

پلیٹ پر لکھا ہے "میر تقی" جو رپورٹیشن تقریباً ۱۸۷۰ء کے تحت تیار کیا گیا ہے۔



و لے اور کیوڑ پتی تاجر تھے۔ ان کا چمڑے کا کاروبار بنگال اور بہار میں  
پھیلا ہوا تھا۔ اور بڑے بڑے انگریز تاجر بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔  
ان کی تجارت تباہ کرنے اور ساری بنگال دھبہ کرنے کے لئے ان پر اتنا  
تشانہ مارا کہ نہ تصنیف کیا گیا جس میں ۱۳۱۱ء کا ری گواڈیش ہوئے  
اور مسٹر اگتے جیسے گریگ باران دیدہ گوہر کی ری پروکا مقرر کیا گیا۔  
اس میں تو کوئی شک نہیں کہ امیہ خاں کو مجاہدین اور ان کے نصب العین سے  
لگاتو تھی۔ خود حضرت سید شہید مولانا ولایت علی صاوق پوری (وف  
۱۲۶۵ھ) سے بیعت تھی۔ اور بہاد کے کاموں میں رپے سے مدد کیا  
کیتے تھے۔ زکوٰۃ کی رقمیں باضابطہ طور پر ادا کرتے۔ بنگال کے مشرقی  
ضلع سے جو رقمیں آتیں، وہ بسا اوقات انھیں کے کھلنے والے فرم کے  
دست سے پتہ اور پنجاب کو بھیجی جاتیں۔ مگر حکومت نے انھیں سزا دینے  
اور ان کی جائداد کی ضبطی کے لئے جو کارروائیاں کیں، وہ اسی حکومت  
کے قیام و ثبات اور بہاد خواہوں کی نگاہ میں غیر منصفانہ اور خلافت  
قانون سے ہیں۔

مستریٹسک (D. Datschek) نے اس مشہور مقدمے کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ انجیس کے لفظوں میں پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس سے اس مقدمہ سازش کی، غرض و نیت، معلوم ہو جائے گی۔

پتا : نئی دہلی، انڈیا

گوڈ پی، حکومت، نیر دوسرے سہیل بن فرس کی کتابوں میں ہیں  
 فرید بن مہیب، اس کے اسیر خاں اور شہزادہ خاں، فرید بن مہیب کی  
 مقدمہ جسٹس نارمن (Norman) کے کتبہ پانی، جس کے بعد اس میں  
 پیش ہوا تھا، وراچے و پانی ہونے کے قریب ہیں۔ اس سے پیش نکلت  
 مشہور و پانی مقدمہ (The Great Wahab Case) کے مرتب  
 کرنے والے کہتے ہیں کہ انہوں نے صرف مقدمے کے مشہور و پانی کے  
 ہے۔ ان کا یہ مقصد نہیں کہ یہ لوگ، افسوس و پانی میں۔ اس کے انہوں  
 حوالہ بیان دیا ہے کہ یہ سستی پر ہے

”فصل مقدمہ پتہ میں و ٹریو کتا، جس کی پتہ میں و ٹریو  
 نے کی۔ نہ صرف ہمیں کو دیکھتے۔ Haneas Corpus کے سرپرست کہتے

لے جنرل رٹ یٹ کے سوس ٹی میٹر کے ساتھ  
 Haneas Corpus کے معنی (Have the body) کے ہیں۔  
 ”توضیح یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی شناخت کی جائے، جس کی پتہ میں و ٹریو کے ساتھ  
 جس میں ڈنکے تو میں ٹھہر گیا، اس کی ”فٹ سے پہلی اس کے ہونے میں ہانڈی کے ساتھ  
 کسی کے پاس جو درخواست کرے کہ اس شخص کو نہ صرف خود کو بلکہ اس کے ساتھ  
 ذاتی کے نام کے ساتھ رہی کرے کہ وہ گروہ میں کہیں کہیں اس کے ساتھ رہے  
 Writ of Habeas Corpus (Writ of Habeas Corpus) (Writ of Habeas Corpus)  
 کے لئے ہے اور اگر اس کو کوئی قانونی و پانی کے ساتھ رہے، جو اس کے ساتھ رہے  
 جو رہائی کے لئے دیکھے، جو Writ of Habeas Corpus کے لئے ہے  
 Haneas Corpus کے لئے ہے، جو اس کے ساتھ رہے  
 اس کے ساتھ رہی رہی کو واصل ہے۔

ہندوستان کی پہلی صدی محبوب

۱۷۳

میں جونی مشہور پرنس انسٹی (Anney) کو اپنی سہیلیوں سے  
گیا۔ اور مقیم رہا۔ اس کے بعد وہ شہر واپس آیا۔ ستمبر کو ختم ہوا۔ ایشیت  
دشمنوں کے ساتھ مقیم کی بہت صحت اور روزمرہ کی

امیر خاں، محمد، سال، جو کہ چڑھ کے گناہ کرتا، ریویشن سے  
۱۸۱۵ء کے تحت گرفتار کیا گیا تھا۔ اس نے حسب ذیل درخواست  
اپنے کھیل کے ذریعہ دی۔

قیدی میں ایک دن دار عیادت۔ سال سے کھیل میں بہت  
کرتاب بنیہ، اور جونی مشہور پرنس کے بغیر کسی کوئی

Lawlii) اور رشتہ کے اپنے ہمسایہ کو جو کہ سے گرفتار کیا گیا۔

بالکل غیرت میں، کہ جوں و کس کے سے وہ گرفتار ہوا ہے۔

اس نے وہ دریافت کی تھی۔ وہ اپنے سر سے جوڑا (ای، آئی، یو)

ایشیشن، کیا گیا۔ جو اس عداوت کے سبب تھی۔

سے باہر ہے۔ پھر وہ گیا، نہاں کیا، نہاں وہ ہر گز

تک رہا۔ پھر سے فنی پڑیں (تکنت) کر دیا گیا۔

دوسرے قیدی حتمہ داخل نے ایشیشن سے کو

بنکال کی خدمت میں ایک مہموریل پیش کیا، کہ اسے کیا جائے

جدا از بد اس پر مقدمہ چلایا جائے۔ ایشیشن کو رشتہ سے

سے

ہندستان کی پہلی سداہی تحریک

وہ رہا کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی چلا یا جاسکتا ہے۔ اور چونکہ وہ  
ریگنڈیشن کے تحت گرفتار کیا گیا ہے، اس لئے نہ تو یہ جیل سے  
اور نہ عدالت کی انٹریس مندری ہے کہ اسے وارنٹ کی نقل فراہم  
کی جائے۔

میر قاسم کے مقدمے کی پیرامی پہلے مسٹر Anstey نے کی۔  
پھر وہ پھیلنے لگا، اس پر انکسپشن میں لے کر یہ الزام لگایا کہ مسٹر  
Anstey انیس کی کمی کے باعث بد دل ہو کر چلے گئے، ان کی  
انہوں نے تردید کی اور اس مقدمے کو "شرمنگ" بتایا۔  
آٹھویں دن جیل میں رہا کرنے کے ایک لمبا فیصلہ سنایا، جو شوہر کی تیار  
کے برسر تھا، جس کا نام ان الفاظ میں کیا گیا تھا:-

اس میں بیجوں کی حربہ (ویکٹوریا) کی جو زمین پھر صاحب اسٹیجی کا سید کا پتہ  
تین ہفتے کے ہیں۔ یہ گنڈوں موجودہ انیس کوٹ لڈیا کیٹ ہوڈیں رہتے۔ یہ سب  
بگ میں رکھتا۔ اور کے منہ میں موجود اس میں ریگنڈیشن میں مسٹر  
بمیں ریگنڈیشن میں مسٹر کے منہ میں چھوڑا اس وقت کوئی مارتی جو  
قانون ساز نہیں ہے۔ یہ ریگنڈیشن اور کے انقباض میں تباری کے لئے ہے۔  
ان سب کوٹ میں رہا جو آج کوٹ میں انکسپشن میں تباری کی یہ بھی کسرت  
وقت کے بعد منہ میں رہا جو کوٹ میں انکسپشن میں تباری کی یہ بھی کسرت  
اس وقت کے بعد منہ میں رہا جو کوٹ میں انکسپشن میں تباری کی یہ بھی کسرت

The shameful case mis-called

Wahabi enquirer



”جو وہ کورہ بالا کی بنیاد پر یہی راستہ یہ ہے کہ امیر خاں کو بندہ است  
خاص جان کر کے لئے (Habeas Corpus) کا حکم نہ دیتا  
جاری کرنا (Issue) مناسب نہیں اور جو کہ روای ہوتی ہے  
اس سے قانون (Rule) کا منشا پور ہو جائے گا جس کے تحت یہ روای  
کی جاری ہوتی ہے۔

”اٹھارہ صدی کی پیروی میٹر انگریز (Indian) کے یہ  
بڑا مشہور ریپرٹ تھا۔ اس کی آمد فی کس کے لئے ایک ایک کیا جاتا ہے  
پہلے سے کتبہ انتقال کی درخواست دی گئی لیکن ان کو رٹ نہ ملنے  
کی۔ ایڈوکیٹ جنرل نے سپریم کورٹ کی ہدایت کے بموجب انتقال  
مقدمہ کی مدت میں گرفت کی۔

یہ مقدمہ ذاتی نوعیت اختیار کر گیا تھا۔ سرکاری حقوق کا خیال  
یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح ان مجرموں کی سزا ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ  
پاکستان تھا۔

امیر خاں کی پہلی مقدمہ سازش خیال کے دوران میں کرتا رہا  
۱۵ میٹر کے مقدمہ (Lilian) کے سربراہ (Mandate) جس  
دو مرتبہ مورثوں کے تعلق سے ہوئے۔ وہ ان کے مورثوں کی طرف سے ان کے  
عقبیہ یا سب سے زیادہ سزاوارتہ سے لے کر چھٹے درجہ کے  
تک کے ہیں۔

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

میجر پارسن خاص طور پر امبالہ سے بچے گئے تھے۔ اور کسی نے نہ تلاش کی تھی۔

جرح کے جواب میں اس نے یہ اعتراف کیا کہ وہ رست کے باغیر اس نے خانہ

تلاشی لی تھی۔ اور گرفتار کر کے مسٹر ریلی (Relly) کے گھر میں ایک شب

رکھا گیا۔ پھر انہیں پورہ پٹ دیا گیا۔

مقدمہ کی روداد سے متعلق دو چار باتیں اور مسٹر ریلی کا

(Relatsek) کی زبان سے سن لیجئے۔

”ایر فٹ [پہلے پہل] ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں مقدمہ

انبرائے کے دوران میں انہیں گرفتار کیا گیا۔ اور خانہ تلاشی کے بعد

[پچھلے دنوں میں] گرفتار ہوا۔ اور اپنی مرضی سے ایک رست پر

مقدمہ پٹہ میں شروع ہوا۔ کسی تانوی دار رست کے باغیر۔ اور نہ گورنر

جنرل کی مرضی پر قید رکھا گیا۔“

”مقدمہ میں جو ان جوانی میں ہندوستانی رہائشیوں کے

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کے متعلق بہت کم کیا گیا ہے۔ رپے

کے معائنات میں یہ خیال بہت غیاظی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ بہت

دشوار معلوم ہوتا ہے کہ ان کو تعلق جہاد سے ثابت کیا جائے۔“

ہندوؤں کے شروع ہوئے جہاد میں کو پٹہ کے کشن جی نے رپا کر دیا۔ اور

لے کر ان کے خلاف مقدمہ (Prima Facie Case) ثابت ہو گیا۔

سے وہ بڑی ترس سے بھاگے۔



میں تھان کی کئی سی جگہوں پر

یہ کام پڑتا ہے کہ مقدمے کی روداد سے ان کو زیرِ مشتبہ پہنچانا ہے۔

ہاں! تو جیسا کہ رقوم نے عرض کیا، حکومت میرٹھ کی پانچواں عدالت  
کرنال پربت پٹی تھی۔ اور وہ اس لئے کر کے دیکھا دیا۔ بعد کو تعیناتی کے بعد  
انھیں رہا کر دیا گیا۔ مگر چاند کا ایک جہت واپس نہیں آیا۔ مولوی فتح محمد  
صاحب تھیں تیسری جگہ ہیں:

"اپنے ہمراہی پڑا گئے، انھوں نے یہودیہ یا دوا کر کے روئے کوٹے  
پانی پور روانہ کیا۔ اور پھر ان کو بند کر کے دیکھا دیا، پناہ خراج  
پورا کر لیا۔ اگرچہ میں یہ نہ سمجھتا تھا کہ ان کے پاس بعد  
کو غنیمت کے مندرجہ بالا رکھ کر پھونک دیا اور یہاں چھوڑ دیا  
مگر یہ سب سنا، پس نہ دیا۔ اگرچہ رپڑ پہلے الزام سے سیرت ہو چکا تھا  
تو بھی کروڑوں کی پانچواں منصفیہ بھی مہکا۔ اسے واپس لے لیا۔"

اس مقدمے کے دوران میں پولیس نے کیا کیا جملہ نوٹس کر کے  
اس میں سب سے پہلے کوٹنگ کیا، اس کا یہاں مذکور ہے کہ  
H. V. Prasad (H. V. Prasad) کی پیشکش کے بعد یہاں  
یہ سب سے پہلے مذکور ہے کہ اس کی پیشکش کے بعد یہاں  
H. V. Prasad (H. V. Prasad) کی پیشکش کے بعد یہاں

یہ سب سے پہلے مذکور ہے کہ اس کی پیشکش کے بعد یہاں

یہ سب سے پہلے مذکور ہے کہ اس کی پیشکش کے بعد یہاں







جو یہ غریب اس گناہ پر تیار ہوئے ہوں گے۔ ان غریبوں کی زندگیوں پر غور فرمائیے۔  
 مگر میں ایسے موقعات نہیں دیکھتا کہ جو غریبوں کے لئے رہا ہے۔ یہ ان  
 میں سے ہے کہ ان غریبوں کے ساتھ ہے۔ یہ ان کے لئے ہے۔ یہ ان کے لئے ہے۔

ہاں! تو عورت یہ کہہ رہا تھا کہ اگر فراق رات بیا است تو مریں گے۔ شہدائے  
نجیبوں میں خود وہ نہیں۔ مثال کے طور پر سید محمد جمال صاحب بزرگوار نے  
یہ لکھا ہے۔ یہ سننے سے یہ گنہگار ہوئے۔ درحقیقت میں مولانا عبید اللہ  
(مت شہید) وغیرہ کے ساتھ رہا ہوں۔ گریز کی گفرت رہی۔ اور  
مقتدے کا کہیں ذکر نہیں آتا۔

نہ کہنے کے جو صرف قلوب جیدوں میں ڈال دیتے تھے،

(۱) ایسے ہیں۔ جو کہ ان لوگوں میں خوب سترے ہیں۔ جو کہ ان میں سے ہیں۔

1. *Phragmites australis* (Cav.) Trin. ex Steud.  
 2. *Scirpus atrovirens* (L.) Link.  
 3. *Scirpus americanus* (L.) Link.  
 4. *Scirpus setaceus* (L.) Link.  
 5. *Scirpus robustus* (L.) Link.  
 6. *Scirpus hololepis* (L.) Link.  
 7. *Scirpus cespitosus* (L.) Link.  
 8. *Scirpus maritimus* (L.) Link.  
 9. *Scirpus maritimus* (L.) Link.  
 10. *Scirpus maritimus* (L.) Link.

تاریخ و جغرافیة ایران

مجلس اول در بیان احوال و حال







ہندستان کی پہلی صدی تک

جو مختلف حملوں اور خونی معرکوں میں سفاک دشمن کے شوق مستم کا نشانہ بنے،  
 سب نے اپنا اپنا حق داکیا۔ اور الت نے چاہا، تو وہ رشتے اٹھتے تھے تو  
 ہو چکے ہوں گے۔ مگر ان ہزاروں بے گناہوں کے غم و آلام کو بھی فراموش  
 نہ کرنا چاہیے، جو طرح طرح کی مصیبتوں سے دوچار ہوئے۔ قسطنطنیہ کی  
 اذیتیں برداشت کیں۔ اور کچھ آرمائش میں کامیاب آئے۔ یعنی  
 ان کے قدم بہ منزل پر بغرض سے نا آتش اور سینے نو برایان سے روشن  
 رہے اور ان کے دل جذبہ فدویت سے کبھی خالی نہیں ہوئے۔ ان  
 مجاہدین راہ حق کی داستان درد بہت طویل ہے۔ دور و دراز تک  
 قیدیوں اور جلاوطنوں کی روداد المناوی بجائے گی۔ لیکن سچی بات  
 تو یہ ہے کہ اب سننے سناتے کا وقت گزر چکا۔ وقت کی تیز رفتاری  
 اپنے حال پر ہے۔ اس کی فطرت انتظار کرتا نہیں جانتی۔ موقع ملے گا  
 ہے۔ وقت آگیا ہے۔ کہ پھر از سر نو اس رسم کہن کو زندہ کیا جائے۔  
 کہ بہت کہ آواز منقہ لہون شد۔ من از سر لہ جہود و ہم در و رکن را  
 گرجیب داستان چہر گئی ہے، تو پھر چند بکیرے ہوئے۔ وراق نذر  
 ناظرین ہیں۔ خوش قسمتی سے اس راہ کے دو مسافر اپنی روداد سفر کا  
 ایک حصہ ہماری عبرت و اجیرت کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔

ہماری داد مولوی عبدالرحیم صاحب صادق پوری کی تکرار

صوفیہ اور مولوی محمد جعفر صاحب گمانیہ کی تکرار

سردست ہندوؤں کے ہاتھوں سے کچھ اقتدار پیش کرتے ہیں جس سے ان  
 کے شہر کی تہی ہو رہی ہے۔ یہاں پر ان شہر کے ان راجہ وقت پر  
 توڑے گئے۔ ان دونوں صاحبوں نے جزائر انڈیا سے واپس لے کر  
 کے بعد بہت ہیں کہیں ہیں، اس لئے قدرتی طور پر وہ اپنے انہی خیالات و  
 تاثرات سے انہی پر کر کے ہوں گے۔ کہیں کوئی غمناک ہو جائے تو ان کے لئے  
 جو کچھ کہیں ہے، اس سے نشان ان راجہ کا پتہ لگتا ہے اور یہاں پر ان کی مہبتوں کا  
 کچھ اندازہ ہو جاتا ہے۔

مورانی پٹی میں ہونا ناخبرہ راجہ ورن کے رشتہ اپنے انہی خیالات میں رکھے  
 گئے ہیں۔ ان کا تہہ ایک عرصہ تک چلتا رہا۔ وہاں کے ساتھ  
 یہ بتاؤں کہ یہ ہندوؤں کی سب سے

سے کہ ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کی ریاست  
 (The Politics of the Indian Varnas) ہندوؤں  
 کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں  
 کوئی ہندوؤں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں  
 نہیں ہے۔ یہاں پر ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں  
 ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں  
 ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں  
 ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں

نہ بانی بنے :

..... ہر ایک علیحدہ علیحدہ ایک کوٹھری میں کہیں کوئین کوٹھری  
 کہتے ہیں، بند کر دیئے گئے۔ وہ کوٹھری پانچ فٹ لمبی اور چار فٹ چوڑی  
 ہوگی۔ اور چپست میں کی نہایت بہت اور پرچہ پست کے بہت چوڑے ہوں گے۔  
 روشن دان تھا کہ آدمی میں میں سانس لے سکے۔ نہایت تنگ و تاریک تھی  
 اس کوٹھری میں تقریباً ڈھائی تین مہینے ہم بیک رہے۔ جمعہ گیارہ آدمی  
 تھے۔ شنبہ روز میں ایک بار اس کو دروازہ کھلا اور ایک بعد  
 اور تین سپاہی ورن کے ساتھ ایک باورچی کہ جس کے ہاتھ میں روٹوں  
 اور دال ہوئیں اور ایک سقہ کہ جس کی مشک میں پانی ہوتا اور ایک  
 جسنی ہاتھ میں لگے ہوئے تھا۔ اور ایک کوٹھری کو کھولتے۔ باورچی  
 دو روٹیاں اور کچھ دال دے دیتا اور سقہ ایک کوزہ پانی دیتا اور کہیں  
 گدھا صاف کر دیتا اور پھر یہ لوگ چلے جاتے۔ جو جو مہینے میں  
 گزریں، اس کا بیان حوالہ ہے ورفضول۔ بعد میں مہینے کے جب  
 مقدمہ ہم لوگوں کا اجلاس میں صاحب مجسٹریٹ کے شروع ہوا۔  
 اس وقت ہم گیارہ آدمی قبروں سے نکال کر ایک مکان حوالہ میں  
 جمع کر دیئے گئے، جو اسی جیل خانہ میں تھا۔ بعد میں مہینے کے ہم لوگوں  
 نے آسمان کی صورت ڈھکی اور ایک کی دوسرے سے ملنا شروع ہوئی۔

خوشی و غم ہوئی۔ | سے تذکرہ ص ۱۸۴ - ۱۸۵





ہندستان کی پہلی اسذمی ترکیب

یہودیہ کے رشتہ داران اہم کی مصیبتوں میں اور اضافہ ہو گیا۔

قریب پانچ سو سال کے ہم لوگ سنٹرل جیل ریوڑ کے دروازہ پر  
پہنچے اور ہمارے چاروں کے کال قیدی ایک قتل کر کے دروازہ جیل پر  
بٹھو دے گئے۔ دل ایک کشمیری ہندو واروغہ آیا۔ اس نے پہلے ہمارے  
مقدمہ والوں کو جو تمام دیکھا وکسی قدر فحش بھی کیا۔ اس کے بعد  
ڈاکٹر کے عدسے سب سے بڑے جیل روٹوں فروز ہو گئے۔ انھوں نے  
سب سے ڈال ہم لوگوں کو با حائل کیا اور بڑے غصے سے حکم دیا کہ ایک آٹا  
ڈنڈائی رات لوگوں کے پاؤں میں ڈال دو۔ چنانچہ پھر دھندورس جگہ کے  
لوہے کے آٹے لے کر ہر جگہ گئے۔ اور ہمارے دونوں پاؤں کے  
دونوں کڑوں کے درمیان سے ایک ایک کڑا اچھا ایک منٹ سے  
زبا دہ گیا نہ تھا ڈال دیا گیا۔ یہ حکم ازراہ مقصد ہر جگہ لوگوں کے  
دستے تھا اور کھینچ کر میں ہمارے ہی قیدی کے پاؤں سے ہٹا کر  
نہیں دیکھیں۔ چنانچہ پھر نا، آٹھ بیٹھنا نہایت مشکل ہو گیا اور رات کو پاؤں  
پا کر سونا بھی نہیں تھا۔

یہ تو ریوڑ جیل کا عسید تھا۔ اندر مالت جاتے ہوئے، مالت وریا جی

کے درمیان ایک درز بھیر کا اضافہ ہوا۔

”دوسو بیڑی ورتھ ہکڑی دروازے کے جو پہلے سے سب زیب تن

رہا تھا زیب تن۔

تھے۔ یہاں ایک بڑی موٹی زنجیر مٹی کی ہمارے بیڑوں کے سچے ہیں۔  
 پہناتی تھی جس سے اپنی اپنی جگہ سے کوئی بل نہ اٹھ سکتا تھا۔ جب کہ ہم  
 جہاز پر رہتے، اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے پانا نہ پیش کرتے۔ سچے  
 اس وقت قریب آدھ من کے لہو ہمارے جسم پر تھا۔ باوجود اس  
 قدر کثرت پانی کے کہ دریا سے سندھ ہر روز پیرچا تھی۔ ہم پڑ سے  
 پڑے سے ہم سے زور پڑھتے تھے۔

ان دنوں ایک غریب و مہاجر کے دوران میں ارقیارت ہو رہا تھا۔ وہ  
 جہاز پر چڑھنے کی گئی تھیں، وہ بیان سے باہر ہیں۔ سنار کے جہاز پر  
 ایک دو واقعے سے پتہ چلتا ہے۔

”... بسین اکثر گواہ گواہی دیتے وقت بھی ہمارے منہ کو دیکھ کر زار  
 زار روتے کی جاتے تھے۔ اگر گواہی مانہ دیو ہیں۔ تو وہ سنار پیٹ  
 کے پھانسی کا رٹہ لٹاتا۔ اور مار پیٹ کی توبہ حالت تھی کہ عین نام ایک  
 بزرگ جہاد تک میرے گھر میں رہ کر پرورش پایا تھا جب جھڑپیا میں  
 گواہی دیتے وقت مجھ کو دیکھ کر ہمارے منہ کے جھوٹا اور کھوختہ بیان  
 میرے اوپر کرنے سے چپکلیا، تو اسی روز رات کو اس کو ایسی سخت سزا  
 دی گئی کہ وہ بچہ اسی صدمہ سے قبل ازور پیشی قدم کشن کے مر گیا۔“

یہ نوٹوں کے دوران کے فائدہ تھے۔ مقدمے کی دہائی سے پہلے  
 بزرگوں پر جو بارو ہاتھیں رو رہی تھیں، ان کے غنہ کے لئے  
 چاہیے۔ مگر وہی شہر جہاں حسبِ اپنی آپ بیتی کہتے ہیں ہر گز  
 ایمان نہ رکھتے۔

... دوسرے دن شہر کے وقت پار سن صاحب آئے۔  
 کہا کہ تم اس مقدمہ کا سب حال بتا دو۔ تمہارے واسطے بہت ترس ہے۔  
 پار سن صاحب نے ٹیچہ کو پہلے بہت دھمکا یا اور کچھ بات کہی۔  
 جیسے میری، راجہ کو پیچھی اور میں گر پڑا۔ اور جب اس قدر ہاتھ میں لے  
 پکڑ نہ بند پا۔ تو وہ سب کے سب مایوس ہو کیے گئے۔ میں نے جو سبب  
 کیثیت غم اور تعدی کی دیکھی، تو مجھ کو یقین ہو گیا کہ سب کو سزا  
 نہ چھوڑیں گے۔ میرے ذمہ پورے روز کے منہان کے باقی تھے۔  
 دن سے ان کی قسم رخصتی شروع کر دی۔ اس کے بعد پار سن صاحب  
 اپنی کٹھن کے لئے گئے۔ دروہاں نماش سے دیوں بواہر  
 اپنے گھر کی حالت میں نہایت ہی تھکے ہوئے تھے۔

... میں نے کہا کہ یہ بڑی نکار کیا۔ تو پہرے میں جہاں سے  
 ایک کمرے سے گئے۔ جہاں سے جا کر کچھ رٹا شروع کیا۔  
 سمجھ رہا تھا کہ اس کے لئے ایک رات تک مجھ پر اس قدر  
 شریا کسی پر ہوئی ہو۔ مگر شفیق! اسی میں سب سے زیادہ



ہر وہ یہ دیکھ کر جانتا تھا کہ اسے رب ہی وقت امتحان ہے۔ تب تو مجھ کو ثابت  
تو دیکھو۔۔۔ (۱۵۰)

یہ سب آزمائشات تھے جن میں نہ مومن نہ کافر نے ستمناہت و غیبت کا  
دامن نہ چھوڑا۔ اور یہی تکلیفیں تھیں جن سے ہر کافر کو شفیق  
جن کا فیضان ہو گیا۔ یہی وہ گہرے گہرے سبب ہیں کہ اللہ کا  
بند ہر سبب سے بڑھ کر سبب کی ستمناہت میں سے بے پروا  
ہو جائے۔ اس کی تائید یہاں بھی ہے کہ وہ خود ہی تائیدیت  
کے سبب سے نکلتا ہے۔ اس کی تائید یہاں بھی ہے کہ وہ خود ہی سے  
کیا جاسکتا ہے۔

میری مراد مولانا کی علیٰ جعفری کا دانا ہی ہے۔ یہ یہی ہے  
کہ ان کے سبب ہوئے تھے۔ ان کے سبب تھے کہ حضرت غیب  
حسین پر علیٰ رضی اللہ عنہم وراحت میں تھے۔ اس کے  
یاد میں وہ بھی تھے۔ جب سے ہوا۔ اس کے سبب تھے کہ  
وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔ وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔ وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔  
اس کے سبب تھے کہ وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔ وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔ وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔  
وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔ وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔ وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔ وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔  
وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔ وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔ وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔ وہ سنہ ۱۱۱۱ھ میں تھے۔

مہندستان کی سرحدوں پر

خلفائے سید شہید کیلے درجہ وقت کی وجہ سے تین تین بار بار  
 کندھوں پر چڑھ گیا، جسے آپ تیرت گئی تھی بیت و معاملہ بھی اس کے ساتھ  
 اپنی گرفتاری کے وقت (میں نے) ایک ہفتہ رہا تھا۔ میں اور قید  
 میں جو آپ کے رنگ سب سے گہرے تھے، یہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔  
 کلیں پر حسین بن علی اور احمد بن حنبل کا شمار ہی اس کے ساتھ ہے۔  
 صدر کی چوڑی کے احمد بن حنبل اور امامین کا شمار اس کے ساتھ ہے۔  
 حال ہی میں ہے۔

ہمارے شہر اور ان کا سپر و استقران اور وقتناہی اور یہ  
 توں۔ شرب کو میں اور آپ ایک ہی جگہ رہتے۔ پت پتیں شرب حسب  
 معمول نماز، دعا وغیرہ میں مشغول رہتے۔ اور اکثر شعائر عاقلانہ  
 دیوان شاد نیاز و وفی فط وغیرہ کا پڑھتے۔ اور ایک نہایت دینی شخصیت  
 آپ پر طاری ہوتی۔ ہر ایک سب ہوش باختر ہوئے۔ اور آپ نہایت  
 مسرور و خوش۔ آپ کے چہرہ و بشرہ سے کچھ بھی آثارِ نبی و محسن پائے  
 نہیں پائے۔ ذکر اللہ رطب اللسان رہتے۔ آپ اکثر اس شہر رہتے  
 بھی جو حضرت جنیب صبا بنی رضی اللہ عنہ کا ہے، مگر ہم ہوتے۔

وَسَيُفْعَلُ بِنَبِيِّكُمْ هَذَا  
 وَذُلَّتْ فِي ذَاتِ الْوَلَدِ وَأَنْ بَسَاءً  
 سَيُفْعَلُ بِنَبِيِّكُمْ هَذَا  
 يَذُرُّتُ فِي وَجْهِهِ سَيُفْعَلُ بِنَبِيِّكُمْ هَذَا

ترجمہ میں: یہ سب کی سب، میں تمہارے نبیوں کو، تو مجھے اس بات کے پروہ نہیں کہ اس کے

بر کتب میر کی بابت شریعتیہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

درویشی و فقر و غنا و دولت و غیره

یہ ہے اس لئے کہ میں نے اپنے آپ کو ایک نئے اور

و جبہ و شکر کا ایک شمر بھی بیان کر سونہ اور اس کی انصاف پر پیش کر رہا ہے

۱۰۰ کرنا تو محال ہے۔

کتاب نمونہ سادہ فقہ ہے مجموعی، کسی ایسی شخص کے منسوب نہیں ہے

نمبر و شکر کے ساتھ بد شستہ گزشتہ گزشتہ شوق رسوائی

سید و سلم پڑھیں کہ پھر اور بی شرم و جب نہ شرم و شرم و شرم

تیس دوا سے بدل دیتی اور نیشنل شاہدیت حکومت نے

بہارِ عمر و شہادت سے محروم رہنا چاہتا تو ان کو عام قیدیوں کے

سے نکل کر دیا گیا اور لب اس وغیرہ میں تبدیلی کے لئے دائرہ میں سے نکل کر

تبدیل - من کا مولد میرا جہاں بھر ہو ، میں نکاح اس شخص سے نہیں کر سکتا جس سے میرا

کھراپے پرانے چمڑے کی جوتے:

۱۰ - مستقیم است و درین مشتمل بر حسب پانسی نمودار است

اشرفیت است - و حقیقت گوشت که در شیرین با کرم و بوی نامحسوس

دست دوست رشتا به اورشهر دست تحت بوسه اس و سطر کت و قمار

دل چاہتی سزا تم کو نہیں دیا دے گی۔ تمہاری بیانیسی منہ سے دامن نہیں

1892

ہندستان کی پہلی صدی تھریک

بعبور دریائے شورت سے بدلی گئی۔ بجز و سنا نے اس قدم کے پھانسی گھروں سے  
دوسرے قیدیوں کے ساتھ بارکوں میں بنادیا۔ اور جیل خانہ کے دستور کے  
موافق مقراض سے ہماری دڑھی، موچکا اور سر کے بال تراش کر ہندی  
بھیڑ سا بنادیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ مولوی کھنٹی علی صاحب اپنی  
دڑھی کے کترے ہوئے بالوں کو اٹھا اٹھا کر کہتے کہ افسوس نہ کر کہ تو خدا کی  
راہ میں پڑی ہوئی اور اس کے واسطے کتری گئی ہے۔

مولانا کا صبر و استقلال ہر منزل و ہر قدم پر یکساں تھا۔ پھانسی کی  
سزا ہو چکی ہے۔ قید تنہائی سے سرفراز ہیں۔ مگر سنت یوسفی سے نفی مل نہیں  
جب کبھی موقع ملتا ہے، انشک کا پیغام پہنچانے سے باز نہیں آتے۔

”... چنانچہ، رے حضرت اس قید تنہائی میں کچھ کھینا دو ڈھائی  
مہینے رہے ورنہایت صبر و استقلال کے ساتھ ان ایام کو آپ نے بسر کیا  
و جب بکوئی سپاہی ہرے و دایا اور کوئی سپاہی یا قیدی آپ کے سامنے  
آتا ہے ہندو سیرت سب کو آپ توحید باری کا وعظ سنا لے، وری عذاب  
آخرت و قہر و عذاب سے ڈرتے۔ سپاہی جو ہرے کے واسطے آتا وہ سکر مرنا  
پارے۔ ورنہ ان نہ ہوتا تو آپ اس آیت کریمہ کا وعظ سنا لے۔  
”وہاں صبر و قہر و عذاب و توحید باری کا وعظ سنا لے۔ سپاہی  
جو ہرے کے پاس پہنچے، تو اس صبر و قہر کو

... صبر و قہر و عذاب و توحید باری کا وعظ سنا لے۔ سپاہی جو ہرے کے پاس پہنچے، تو اس صبر و قہر کو



چھوڑ کر جانا پسند نہیں کرتا۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ اس قدر فائدہ اس وقت  
پہرے والوں کو پہنچا اور کتنے موجد ہو گئے۔ ورکٹن دین آبائی کو چھوڑ کر  
مسلمان ہو گئے۔ لا یعلمہ الا اللہ۔ آپ کا جسم مبارک قیدی  
تھا، مگر آپ کے دل و زبان آزاد تھے۔ اس کیس کی حکومت دیکھی بجز اس  
کہ حقیقی کے۔ اگر دوسٹ کے واسطے بھی کوئی آدمی سامنے آ جاتا،  
آپ ام بالمعروف والنہی عن المنکر بجاتے

ابھی آپ دڑھکی کر دانے کا حال پڑھ چکے ہیں۔ اب تشدد اور  
مشقت پر بھی ذرا اس مضمون کی متعلقہ بات سنئے:-  
"صبح کو کپتان جونی صاحب جیٹریٹ و ڈپٹی کمشنر انبالہ و پارسن  
صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس جیل میں آئے۔ اور داروغہ کو حکم دیا کہ مولانا  
سے سخت تر مشقت لی جاوے۔ چنانچہ خود اس نے اپنے روبرو کھڑے  
ہو کر ایک بڑے گنوں پر جو ربٹ چل رہا تھا، تین تھارت آفتاب میں  
س رہٹ کو آٹھ دس قیدی چن رہے تھے۔ آپ کو بھی اس میں دیا گیا۔  
آپ دو تین روز تک تمام روز اس کو چراتے رہے۔ آپ کو بہا جیٹریٹ  
حررت آفتاب خون کا پیشاب آنے لگا۔ کمر بے خون کا پیشاب آ گیا۔  
آپ نہایت صبر و شہادت سے اس کو انجام دیتے رہے۔

بعد میں جب جیل کا ڈاکٹر آیا تو اس نے داروغہ جیل کو روک دیا



وہ تان موڑ کر بیاتی سے۔ اور سنبھائے گفتنی کی دلی مدد میں  
 فی دیکر رتھویران سے کیا چوڑے اور کیا کتے ہیں۔ بہتوں والے کتے بہر  
 شکر کی ایک، رتھالیش کر کے یہاں آئے گئے ہیں۔  
 رتھالیش میں جب وہ آئے تو پورے مسکندہ میں کتے بک رہے  
 گئے اور پیکر دہی گئیں۔ تو اس وقت انہوں نے کتے کو دیکھ کر  
 کہ یہ رتھالیش کے کتے ہیں وہ بڑے کتاؤں کے کتے ہیں۔  
 مولانا نے ان کو اس وقت کی خیر و شر جزائرات میں سے ہے اور  
 نصیبہ شکر کے ساتھ اپنی بیوی اور اہل خاندان کے صبر و شہادت کی تمجید کرتے  
 ہیں۔ مگر ان کے مقبول کے تقیرات پر پڑے۔ اور کبیر پر پڑے۔  
 سے کہ یہ ہیں یہ۔ کیا حال ہوتا ہے۔

دوسرا رتھالیش کے کتے ہیں۔

رجن کی رتھالیش کے کتے ہیں۔ اور کتے ہیں۔  
 ... رتھالیش کے کتے ہیں۔ اور کتے ہیں۔  
 دونوں کے کتے ہیں۔ اور کتے ہیں۔  
 کتے ہیں۔ اور کتے ہیں۔  
 ... رتھالیش کے کتے ہیں۔ اور کتے ہیں۔  
 ... رتھالیش کے کتے ہیں۔ اور کتے ہیں۔  
 ... رتھالیش کے کتے ہیں۔ اور کتے ہیں۔





بننا ہوئے اور پہلے سے زیادہ آیا ہوئے۔ تم بھی اپنے رب کے فضل سے ایسا  
 ہی امید رکھو۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ دشمنانِ خدا ان کے دوستوں کو اپنی  
 طرح تسلیمیں۔ بعد اس کے اچھی طرح بدلہ پاویں۔ اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرو  
 کہ تم ایسے امتیاز کے لائق ٹھہرے۔

بعد زفرات اس مکانِ شرف میں نے بہت اشعار یکیں پایا۔ اور  
 اپنے بڑے بھائی مولانا محمد شمس کو آگاہ کیا۔

|                                    |                                |
|------------------------------------|--------------------------------|
| دریاے عشقِ خالقِ دو ذل جہاں میں ہم | نامہ نشانِ درفتا کے ڈوب چکے    |
| کفنی گئے ہیں ڈال کے ہتھکڑی کے نیچے | بمچوگی ہوئے محرمِ اسرار کے لئے |
| اسے خدائے منِ خدایت جانِ من        | تلمہ فرزندِ ان خان و مانِ من   |

اقتباس از مکتوب مورخہ ۲۲ جمادی الاولیٰ

روز یک شنبہ [۲۸/۲/۱۸۶۶ء]

—————



اسلام کا دعوت یہ رہ گیا ہے کہ کسی دوسری دیتی ہوئی شریک کا فائدہ  
 بن کر رہے۔ نہ کامی کے حق میں سزا کی تصور نہ کیا اسے نفع مشہور نہ کیا۔  
 مسلمانوں کی تقدیر۔ (19-10-1944) اپنی سزا کے درباب۔ پیش  
 دلوں کے خلاف۔ (19-10-1944) مسلمانوں کے خلاف۔ (19-10-1944)  
 مسلمانوں کے خلاف۔ (19-10-1944) مسلمانوں کے خلاف۔ (19-10-1944)

[illegible]

ہندستان کی پہلی سلامی تحریک

(ii) دوسری چیز قابل غور یہ ہے کہ کیا یہ تحریک بالکل ناکام رہی؟  
 کیا شاہ ولی اللہ (ف س ل) اور ان سے پہلے اسلامی ہند کی بیوہ  
 دینی حالت تھی، اس میں "شہیدین" اور ان کے اصحاب باصفاء کی پشتیں  
 اور ناکارہوں سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوا؟ کیا آج بھی بیوہ خورتوں کا  
 نکاح ثانی اسی طرح معیوب و مذموم سمجھا جاتا ہے؟ کیا آج بھی بڑے  
 بڑے علمی خاندانوں اور علمائے دین کے گھروں میں اسلام علیکم کے بدلے  
 "آداب عرض کرتا ہے" کی صدا بلند ہوتی ہے؟ کیا آج جو حصہ وراہل علم  
 عمل طبقوں میں اجماع اور دیوہ کی زیارت حج کے برابر سمجھی جاتی ہے؟ اور  
 کیا سوڈا ٹریڈ سے آج تک مسلسل مردن کا ایک گروہ (خدا دکتا  
 ہی مختصر سی) اللہ کے نام پر گمراہ لٹاتا نہیں رہا ہے؟ کیا آج بھی شرک  
 بدعات کی گرم بازاری کا وہی حال ہے؟ اور کیا "شہیدین" سے پہلے بھی  
 بر ملا طریقے پر حکومت الہیہ اور خلافت علی منہاج النبوت کی نعرے  
 عام سننے میں آتی تھی؟ ..... اگر ان سب کا جواب اثبات میں ہے،  
 تو پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ناکامی کسے کہتے ہیں؟ اور اگر اس کا نام  
 "ناکامی" ہے، تو ایسی "ناکامی" پر ہماری ہزاروں کامیابیوں قربان —  
 کہنا یہ ہے کہ حضرت سید شہید اور مولانا اسماعیل شہید اور ان کے اصحاب  
 خاص کی تحریک دعوت و جہاد سے بھرپور ہند کی ساکن سوسائٹی میں جو توجہ پیدا  
 ہوئی ہے، اس کی لہر آج تک باقی ہیں اور بزم آریاں "ساحل کو دریا



کی موجوں سے ہم آغوش ہونے کی برابر دعوت دے رہی ہیں۔ اگر اس تحریک سے ہزاروں فیوض و برکات کے علاوہ صرف یہی ایک فائدہ ہوا بیوتا، تو کئی اسے ناکہ م نہیں کہا جاسکتا۔ ورنہ یہاں تو یہ حال ہے کہ موجودہ اسلامی زندگی کے جتنے روشن اور خوش منظر گوشے نظر آتے ہیں، سب کے سب اسی تحریک کے فیض سے مستفیض اور اسی کی روشنی سے اجاگر ہوئے ہیں۔

(iii) لیکن یہیں اسی قدر پر قناعت نہیں کرنا ہے، بلکہ کمر ہمت کو چست باندھ کر محل کو آگے بڑھانا ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اس عظیم الشان تحریک کی نظاہری اور دنیوی کامیابی کی راہ میں جو دشواریاں رکاوٹ ثابت ہوں، ان سے دامن بچا کر سفر شروع کیا جائے۔ نیز اس تحریک کے علم برداروں سے جو مسامحتیں یا فروگزاشتیں ہوئی ہیں، ان کا جائزہ لیا جائے اور آنے والوں یا ساتھ کے چلنے والوں کو ان سے آگاہ کر دیا جائے۔ لیکن ہے، اس سے خوش عقیدہ لوگوں کو کچھ تکلیف کبھی ہو، لیکن اگر اس ساری دہستان سرائی سے مقصد و محض پیرم سلطان بود کا آموختہ پڑھتا نہیں ہے، تو پھر مستقبل کی کامیابی کے لئے مامی کی کوتاہیوں اور فروگزاشتوں کا بے لاک جائزہ لینا ضروری ہے۔

(الف) سب سے پہلی چیز جو سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کی تاریخ کے مطالعے سے واضح ہوتی ہے، وہ یہ کہ انھوں نے جس علاقے۔









میر شہرت ہوا۔ حضرت شہزادہ کو بہت مہنور دیکھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا  
کہ میر شہزادہ خدا کا کوئی وکیل بھی نہیں رہا ہے۔ ورنہ وہی جو واسطے  
افواج منہ نقیبین مل عنہ کے دربار میں خراسان میں موجود ہے۔ غریب کے  
اور قلع قمع منہ نقیبین مل عنہ کا کرے گا۔

مولاوی جعفر صاحب تنہا بیسہوی کی سوانح احمدی کے دیباچہ میں  
 بکنی احمدی دوست کا غلط آقا ہے۔ گو ذرا احتیاط کے ساتھ کہہ رہا ہے۔ اربعین  
 فی امہد سین کی میں اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ خود خواہ ذہن سید صاحب  
 کی حدویت کی طرف منتقل ہو۔

یہ سب غلو اور بڑھتی ہوئی عقیدت کا نتیجہ تھا۔ سلام میں  
منصور نے بھی مقدمہ ساز کے بعد کسی کی ذات مضموم نہیں۔ امام  
والجہ قیصر ملک بن الحسن (ف ۱۱۸۸ھ) نے بھی کہا ہے :-

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
قول میں رد و قبول کی گنجائش ہے۔

[illegible]



کی جاتی۔ نتیجہ معلوم قلعہ بندت و مہنت کے رہنے والوں میں بھی  
 یہ سب سے زیادہ رئیس بن کر پیر منڈاں گویہ "اندر پیر ہو گیا۔ تمام  
 اسلامی دنیا اور فاضل کریمت ان میں شہوت کے وجود کو حسب ضرورت  
 اور دینی تکراروں کو اتنا قصور پہنچا ہے کہ اب صرف اس لئے بھی یہ قلعہ  
 قائل ترک ہو گیا ہے۔ تو رعنا نہ بد عبادت است انہی پر گزری شد کی یاد۔  
 کسی چیز سے نہ رہیں، یہ چیزیں نمودار ہیں، و رہیشہ نمودار ہیں۔  
 پیری مری کا یہ غیر، تو طریقہ سبقتی، پر قائل ترک ہو گیا ہے۔ اور یہ طریقہ  
 تو ترکیہ کے ذریعہ کی تاثیر رکھتا ہے۔ جب یہ چیز و اس طرح ہو چکی کہ یہ طریقہ  
 اپنے مقصد میں کامیاب نہیں، تو پھر اس کے ترک کرنے میں کون سے چیز  
 مانگی ہے؟

(د) ایک آخری بات اس باب میں ورق بل غور سے یہ شبہ

امیر بزرگ کی کیفیت کی وجہ سے یہ دور و دور کر پڑھ جاتے، فی الخیر اس کو  
 مانتے کہ جیتا۔ یہ وہ دور کی زیارت ہوئی۔ ان کے گفتگو ہوتی۔ اس سے دل میں اب  
 دہلے کہ صرف قلعہ بند رہیں اب وہ کہتا ہے۔ " (تذکرہ عہد قلعہ بند)

یہ دور ہی قلعہ بندہ دل ذہن میں وقت شہر کے حال میں گزر رہا ہے  
 یہ دور ہی قلعہ بندہ دل ذہن میں وقت شہر کے حال میں گزر رہا ہے  
 دور و دور سے قلعہ بند رہیں۔ یہ دور ہی قلعہ بندہ دل ذہن میں وقت شہر کے حال میں گزر رہا ہے  
 بند ہو گیا۔ ایک وہاں تہذیب و تمدن کے جناب چھوٹے حضرت نے گزرتی گزرتی  
 تک رہتے ہیں متوجہ و زور سے رہیں۔ اب دستور جاری ہو گیا ہے۔

ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

اور ان کے اصحاب خاص نے اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق اسلامی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی۔ اور ان کا طریقہ کار اس زمانے کے لحاظ سے ایک حد تک ٹھیک ہی تھا، مگر اب کہ حالات بدل چکے ہیں، بکیر و فقیر بنائے ہوئے نہیں۔ کتاب و سنت کی روشنی میں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق و ہدایت سے نئے حالات اور نئے مقتضیات کے مطابق مکمل اسلامی انقلاب و تجدید کا ناکہ بنا کر کام لینا چاہیے۔ اب صرف عبادت و عبادت و زیارت کی روح کا بیہ رکرنا کافی نہیں۔ ان چیزوں کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام شعبوں میں جو بیت کے مقابلے کی تیاری کرنا چاہیے۔ آج کفر کے جس کسی ایک مورچے پر محاربتیں۔ ہر آنے والی سائنس کفر کے ہر اٹھم سینواں میں داخل کر رہی ہے۔ فضا آلودہ اور زہریلی گیسوں سے مسموم ہے، ماس کے مقابلے کے لئے ہمیں اور ہر جہتی پروگرام کی ضرورت ہے۔ خود کی آگ آج ہر کوئی چھو بازار میں بٹریک رہا ہے۔ لیکن ولاد آبراہیم، کوشاں اس کی خیر بھی نہیں۔ بلوغتی قوتوں کا پرچم کوہ و دشت، ویرانہ اور آبادی، ہر جگہ اڑ رہا ہے۔ کون ہے، اللہ کا بندہ جو جبر کر حق، اور ایمان باللہ کا علم بند کرے؟

— ہر طرف سے ہل میں مبارک: ہل میں شیب؟

گوئی نائی دیتی ہے۔ کون ہے، جو بیک کے؟

—————





ہندوؤں کی پہلی سذمی تحریک

۱۸۳۳ء میں رسالوں میں یہ فلسفہ خ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔  
 ۱۔ ابدہ مہیشیہ۔ ۲۔ اردو، انگریزی عربی میں ان کے ترجمے بھی شائع ہوئے  
 ۳۔ انگریزی و اردو ترجمے میں اس کے نام ۱۰۰۰ روپے میں لکھنؤ میں شائع  
 ہوا۔

اس کی تالیف میں یہی ہے۔ اس کے بعد ۱۸۳۳ء میں  
 رسالہ اشاعت السنہ میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۳۴ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۳۵ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۳۶ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۳۷ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۳۸ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۳۹ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۴۰ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۴۱ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۴۲ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۴۳ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۴۴ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۴۵ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۴۶ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۴۷ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۴۸ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۴۹ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۵۰ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔

## ۱۸۵۰ء (۲)

رسالہ اشاعت السنہ میں ۱۸۵۰ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۵۱ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۵۲ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۵۳ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۵۴ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۵۵ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۵۶ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۵۷ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۵۸ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۵۹ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۶۰ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۶۱ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۶۲ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۶۳ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۶۴ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۶۵ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۶۶ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۶۷ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۶۸ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۶۹ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۷۰ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۷۱ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۷۲ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۷۳ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۷۴ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۷۵ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۷۶ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۷۷ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔  
 ۱۸۷۸ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۷۹ء میں ۱۰۰ روپے میں  
 شائع کیا گیا۔ ۱۸۸۰ء میں ۱۰۰ روپے میں شائع کیا گیا۔

ترجمان و پاسبان۔ ذوقِ حق و حقیقت کا دلدادہ۔  
 جہاد و پاسبان کے متعلق ہر جہت کی دلچسپی و توجہ۔  
 اجتماعِ ائمہ و دانشور۔ ذوقِ حق و حقیقت کا دلدادہ۔  
 لکھنؤ کی سوانح نگار۔ ۱۸۵۷ء میں لکھنؤ کی سوانح نگار  
 مصنف نے اس کتاب کی تصنیف کے لیے لکھنؤ کی سوانح نگار  
 و ریت کی سوانح نگار تصنیف کی۔ ۱۸۵۷ء میں لکھنؤ کی سوانح نگار  
 انبار میں لکھنؤ کی سوانح نگار دو مہینوں کی سوانح نگار۔  
 لکھنؤ کی سوانح نگار (۱۸۵۷ء)۔ لکھنؤ کی سوانح نگار۔  
 لکھنؤ کی سوانح نگار۔ لکھنؤ کی سوانح نگار۔  
 لکھنؤ کی سوانح نگار۔ لکھنؤ کی سوانح نگار۔  
 لکھنؤ کی سوانح نگار۔ لکھنؤ کی سوانح نگار۔  
 لکھنؤ کی سوانح نگار۔ لکھنؤ کی سوانح نگار۔  
 لکھنؤ کی سوانح نگار۔ لکھنؤ کی سوانح نگار۔  
 لکھنؤ کی سوانح نگار۔ لکھنؤ کی سوانح نگار۔

لکھنؤ کی سوانح نگار۔ لکھنؤ کی سوانح نگار۔  
 لکھنؤ کی سوانح نگار۔ لکھنؤ کی سوانح نگار۔





نے اپنے علمی سفر کی روداد و قدیم کی ہے (۱۸۳۷ء) اس میں جماعت کے مختلف  
مضامین مندرجہ ذیل ہیں۔  
(معارف: فوروری۔ جون ۱۸۳۷ء)

تذکرہ: مولانا ابوالکلام آزاد۔

تراجم علماء حدیث ہند: ابو یحییٰ نعمان خاں دہلوی۔

سیرت سید احمد شہید (طبع دوم) مولانا ابوالکلام علی دہلوی۔

انگریزی غمد میں ہندستان کے تمدن کی تاریخ: علامہ اقبال علی۔

ولی اللہ شہید: (خود ان) مرتبہ: مولانا ترمذی رنجوی۔

تجدید و احیاء دین: مولانا سید ابوالکلام علی دہلوی۔

شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک: مولانا بیہوش علی دہلوی۔

مولانا سید علی ورن کے افکار و خیالات پر ایک نظر: مسعود عالم دہلوی۔

عجز بن عبد الوہاب: ایک تعلیم اور بدنام مسلح: مسعود عالم دہلوی۔

وہابیت: ایک دینی و سیاسی تحریک (مقالہ): مسعود عالم دہلوی۔

(مجلد دہنی جون ۱۸۳۷ء)

شاہ اسحاق شہید: (مجموعہ مقالات) مولانا بیہوش علی دہلوی۔

## انگریزی (۳)

1. A History of the Sikhs.  
Joseph Dorey Cunningham, London, 1849
2. Correspondence connected with  
Removal of W. Taylor from the  
Commissionership of Patna, Calcutta. 1858.
3. A General Report on the Yusufzais  
— W. W. Hunter, Lahore. 1864.
4. Memoranda by T. D. Baverley  
on the judgments of Mr W. A. Smith,  
the session judge, Ferozward of the  
High Court (Lahore Gazette's  
Supplement, dated the 20th September  
1865)
5. Nine years on the North West  
Frontier of India - Sydney Cotton,  
London 1868.
6. The Indian Mutinies  
— W. W. Hunter. سیاڈیشن کنٹر
7. The Wahabee Trial at Patna, 1871.  
سرکاری رپورٹ کے تحت درج ہیں۔
8. The Wahabees in India  
— James Outram. (Calcutta Review,  
1871-72)
9. Sir Saigah Ali Pasha Hunter's War Indian  
Magazines. London, 1872

10. Notes on Moharram Janism.  
T. P. Hughes, London, 1877
11. The History of the Wahabys in Arabia  
and in India E. P. Holt  
(J. R. A. S. Ec.) vol. IV, 1870
12. Thirty Years in India  
— William Taylor, London, 1872.
13. History of the Punjab  
Sajid Mohan and Latif Calcutta, 1892
14. Bengal under the Lieutenant Governor  
— G. P. B. Ghosh, Calcutta, 1891
15. Bihar Legislative Assembly Proceedings  
(1st 17th March, 1899)
16. Shan Ismail Shaleh  
Abdulla B. Labore 1893.

17. Encyclopedia of Islam :  
Blanchard  
Wahabiyah :

عبد اللہ یوسف علیہ الرحمہ مضمون کرامت علی بدایت حسین رضی اللہ عنہما -

18. داکٹر محمد حسین صاحب کا مکتوب  
Maharaja Ranjit Singh :  
پیدائش ۱۷۹۹ء جون ۱۵ء

19. داکٹر محمد حسین صاحب کا مقالہ -

The Politics of the Indian Wahabism

انڈیا نیوز سوسائٹی عید منبر ۱۹۱۵ء





# کتبہ نشانہ

## فائنل طبیوعات

محرم بن عبد الوہاب  
ایک تلامذہ اور بدنام  
زمانہ ۱۰۰۰ سالہ ہندی

بارشویں احمدی بحری کے مشہور منہل

تتار سید محمد بن عبد الوہاب احمدی کی داستان حیات  
اس کتاب میں شیخ کی سیرت اور دعوت پر تحقیقی روشنی ڈالی گئی ہے اور  
شیخ کے تخلص شادیہ فیہیوں اور غلط بیانیوں کی تردید کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں  
متمم فیہیہ کے ترمیم خد کو پوری طرح کھنگال کر ان پر بے گت تنقید بھی  
کی گئی ہے۔

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ (۸)

کتبہ نشانہ

# میزرستان کی پہلی اسلامی تحریک

از مولانا مسعود احمد ندوی

حضرت سید شہید احمد رکن کے متفقہ وادوں کی پیدائش ہی تحریک توحید و  
جہاد کی نئی بین الاقوامی تہذیب - بنیاد شہید کے زمانوں پر بے شک ہے۔ وہ تقابلی  
کیے ہوئے غبروں کی غلطیوں اور فوگناؤں کی نشان دہی کرتے ہیں اور توحید و  
کی گائی ہے۔ - قیمت دو روپیہ - نمبر ۱۰۰

## جنگ اور اسلام

از مولانا محمد رفیع الدین - سید عتیقی - بنی مکتب

موجودہ دور میں اسلام کو پیش کرنے کے لیے جو تحریکیں چلی رہی ہیں  
مقابلہ میں آج کے زمانہ کو دیکھ کر سب سے پہلے اس زمانہ پر ایک اجماع اور  
مقابلہ ہے۔ آخر میں ان کو صحیح طور پر دیکھا جائے۔ - قیمت چودہ روپے -

جنگ اور اسلام - پہلی جلد - از مولانا محمد رفیع الدین - بنی مکتب

قیمت ۱۰ روپے

پتوں کو سامنے رکھ کر وقتاً فوقتاً دیکھ کر ان کے اندر میں سے کتب

درمیان میں نشانی دہانی

شکر الہیہ و شکر انبیاء

از سید انصاری عابدی

اشتراکِ نظامِ حیات کی اپنی تجربہ کار روش میں آہنی پردوں کے نیچے جو  
کچھ رہا ہے۔ اس کا اندازِ سب سے مراد عاشقِ تادم پندوں کے ساتھ بننا  
کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اشتراکیت کے دو ادوار کو اس کتاب کا مقصد  
فہم و کرنا چاہئے۔ کتاب مُندہ معہ رنگین کرد پوش ہے۔ قیمت تین روپیہ (مستحق)

ایس کار و زناچی { از تقیم سیدی

پانستانی تحریک، سماجی کے شہور الیئم جو اس قدر وسیع تھی کہ اس نے پانچ پر  
ایس کے فہرستہ جدول کو اس کے پسند نہیں شریکیات اور بتاہے کہ اس  
میں ایس کے ج کے ناکوچا پن کے بنسٹ بن گیا کرتا ہے۔ آئندہ میں ادب کا ذوق  
رکنوں کے لئے خاص ہے۔

اسلامی انقلاب کی راہ پر زینب علیہا السلام

[illegible]

## میراث نامہ

از نعیم صدیقی

نام نہانی مواد کو ڈھیل کر اپنے مطلب کے نشان تیار کرنے کے بعد وہ  
 آج تعمیر ہے۔ پلیس کے فرنیچر کی بیٹھوں نے ہندوستان میں تعمیر ہو گئی  
 اپنا حربہ بنایا۔ نعیم صدیقی نے اپنے اس دور میں اس کو پیش کرنے کا  
 حق دیا کر دیا ہے۔ قیمت چھ آنہ (۶)

## اسلام کا سیاسی نظریہ و فلاح عالم

از مولانا محمد اسحاق ندوی

دور جدید کے متعدد وسیع سی نظریے جنم دیئے ہیں جن میں مذہب  
 کے تئیروں کی طرح ایک بعد ایک آزما یا جاتا رہا ہے۔ آج تک  
 کوئی بھی اپنے نشانہ پر نہیں بیٹھ سکا۔ اس حقیقت کو مولانا نے اپنے  
 مقالہ میں خوب اظہار کیا ہے۔ اور یہ ہے کہ دنیا کی فلاح، سلام  
 اور صرف اسلام کے سیاسی نظریے کو اپنانے میں ہے۔

قیمت آٹھ آنہ (۸)  
 مکتبہ نصاب دہلی



# تصویر (علم و عقل کی روشنی میں)

از مولانا محمد اسحاق سندیلوی

مسئلہ تصویر کشی پر علمائے آیات و احادیث کی روشنی میں بڑی اختلافی بحثیں کی ہیں۔ لیکن مولانا محمد اسحاق سندیلوی نے اس مسئلہ کو علم و عقل کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی ہے اور سجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اس راستہ سے منشاء شریعت کو پانے میں مولانا بڑی حد تک کامیاب ہیں۔ آخر میں محترم مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا ایک توضیحی نوٹ بھی شامل ہے جو اس مسئلہ کی صحیح حیثیت پر آخری مہر ثبت کر دیتا ہے۔ قیمت چھ آنہ۔ (۶)

## تصريحات

از مولانا مظہر الدین صدیقی - بی۔ اے

یہ متفرق سیاسی، مذہبی و سماجی عنوانات پر معلومات آفریں اور پُر مغز مقالوں کا ایک دلکش مجموعہ ہے۔

مجلد مع رنگین گروپشس - قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ (۸)

(مکتبہ نشاۃ ثانیہ)



# مارکسنزم اور اسلام (زبان انگریزی)

از مولانا محمد منظر الدین صدیقی۔ ٹی۔ اے

مارکسنزم اور اسلام پر بہت سے اصحاب فکر نے قلم اٹھایا ہے لیکن منظر صدیقی صاحب کو اس عنوان پر لکھنے میں جواہر امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔ بہت کم اہل قلم نے اس کا حصہ پایا ہے۔ یہ منظر صاحب کا خاص موضوع ہے۔ وہ مارکسنزم کا تجربہ یہ اس خوبی سے کرتے ہیں کہ اس کی پوری تصویر اپنے تمام محاسن و معائب کے ساتھ سامنے آجاتی ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے مارکسی فلسفہ اشتراکیت کی پوری طرح بے نقاب کر کے دکھایا ہے۔

مجلد مع خوبصورت گرد پوش۔ قیمت پانچ روپیہ (۵ رو)

ملنے کا پتہ:-

(۱) مکتبہ نشاۃ ثانیہ معظّم جمہوری مارحید آباد دکن

(۲) مکتبہ الحسنات راجپور۔ لوہنی

کتابخانہ / محمد ابراہیم





